اسلامیات

برائے جماعت پنجم



پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور



وزیر اعلیٰ (پنجاب) کا پیغام

عصرِ حاضر علمی ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ ترقی یافتہ اقوام کا طرۂ امتیاز اعلیٰ تعلیمی معیا
ہے۔ اس مقصد کے حصول میں نصاب اور درسی کتب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جن کو جدید تقاضوں
ہم آہنگ کرنا ہماری حکومت کا تعلیمی میدان کو فوقیت دینا ثابت کرتا ہے۔ نصاب کی از سرِ نو تشکیل
ساتھ ساتھ درسی کتب کی تصنیف و تدوین میں بھی ہم نے کہنہ مشق ماہرین کی خدمات حاصل کیں جو
معیارِ تعلیم کے حصول میں یقیناً ممد و معاون ہوں گی۔

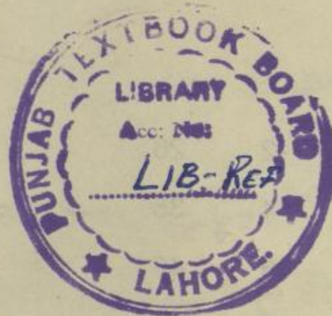
عزیز طلبہ و طالبات! زندگی کے اعلیٰ معیار کے حصول میں علمی ترقی اور اعلیٰ معیار بنیاد کا درجہ
ہیں۔ ہماری حکومت اس بنیاد کی فراہمی کے لیے مقدور بھر کوششیں کر رہی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ
نصابی کتب سے استفادہ کریں اور پاکستان کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کریں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری نسلِ نو جدید تعلیمی تقاضوں کو مدِ نظر رکھ کر ترقی کے اعلیٰ مدارج
کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

چودھری پرویز الٰہی
وزیر اعلیٰ پنجاب

اسلامیات

برائے جماعت پنجم





پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

فہرست مضامین

باب اول۔ قرآن مجید

باب دوم۔ ایمانیات و عبادات :

باب سوم۔ اسوۂ حسنہ :

باب چہارم۔ اخلاق و آداب :

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلاباب

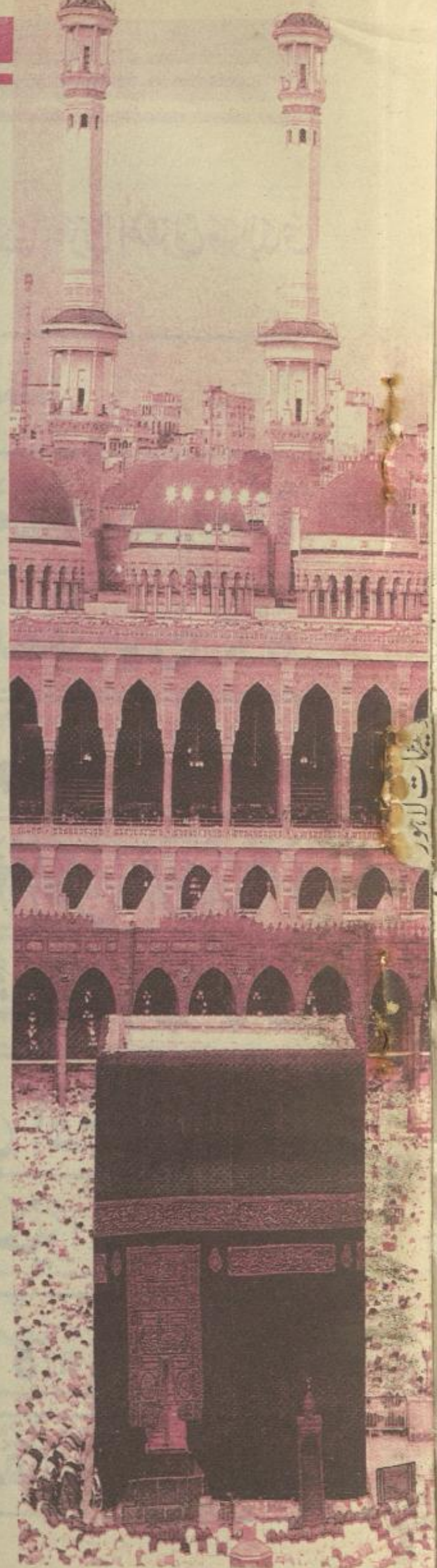
قرآن مجید

الف۔ناظرہ :پارہ 5 تا پارہ 8 (چارپارے)

وضاحت :

معلم کو چاہیے کہ طلبہ کو ناظرہ والا حصہ قرآن مجید سے باقاعدہ ناظرہ پڑھائے۔ ناظرہ اور حفظ والے حصّے کا دورانِ سال بھی امتحان لیا جائے اور سالانہ امتحان کے موقع پر بھی زبانی امتحان لیا جائے اور اس میں حاصل کردہ نمبر رزلٹ شیٹ میں باقاعدہ الگ درج کیے جائیں۔ اسلامیات کے کل سو نمبروں میں سے اس کے لیے چالیس نمبر مقرر کیے گئے ہیں اور اسلامیات میں پاس ہونے کے لیے اس حصے میں کامیابی لازمی ہے۔

ب۔حفظ : **سورۃ الزلزال، العدیت، القارعۃ، التکاثر، العصر.**



ج۔ حفظ و ترجمہ :

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ
وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾
وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ
رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ﴿۵﴾ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا
اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ
یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾

سُورَةُ العٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ
لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۸﴾
اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾
اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

سُورَةُ القَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾ يَوْمَ

يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿٤﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ
الْمَنْفُوْشِ ﴿٥﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ
رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٨﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ﴿١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١﴾

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿٢﴾ اِلَّا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا
بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ
يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾

ج۔ حفظ و ترجمہ :

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ﷺ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ
وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم : 41-40)

ترجمہ : میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری ذُرّیّت (نسل) میں سے بھی۔ ہمارے پروردگار اور میری دعا قبول فرما۔ ہمارے پروردگار! مجھے، میرے والدین کو اور (تمام) مومنوں کی (اس روز) بخشش فرما (جس) روز حساب کتاب (کا معاملہ) برپا ہو۔

دنیا آخرت کی کھیتی ہے

دنیا کی ہر چیز فانی ہے:

ہر مسلمان آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس عقیدے کی تفصیل یہ ہے:۔

یہ دنیا اور اس کی تمام مخلوقات ہمیشہ کے لیے نہیں ہیں بلکہ جس طرح یہاں کی ہر چیز ایک مدت تک یہاں رہنے کے بعد ایک نہ ایک دن لازماً ختم ہو جاتی ہے اسی طرح یہ ساری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔ تمام سائنسی علوم بھی اب اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ کائنات کا یہ نظام ہمیشہ رہنے والا نہیں۔ اس کی بھی ایک عمر ہے جس کے بعد اسے لازماً ختم ہو جانا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کائنات کو نئے سرے سے پیدا کرے گا اور تمام انسان اس کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔ جو اللہ اس کائنات اور انسان کو پہلی دفعہ پیدا کر سکتا ہے، اس کے لیے اسے دوسری مرتبہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں بلکہ یہ کام پہلے

کی نسبت زیادہ آسان ہے۔

جو کچھ انسان دنیا میں کر رہا ہے، اس کا پورا ریکارڈ محفوظ کیا جا رہا ہے اور اس کی ایک ایک حرکت لکھی جا رہی ہے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فرشتے کراماً کاتبین سرانجام دے رہے ہیں قیامت کے دن انسان کا یہ پورا نامۂ اعمال اللہ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

نیکی اور بدی کا بدلہ

پھر اس روز انسان کے تمام اعمال کا وزن کیا جائے گا جس کی نیکیوں کا وزن زیادہ ہو گا، اسے بخش دیا جائے گا اور انعام کے طور پر اسے جنت عطا کی جائے گی۔ اس کے برعکس جس کی نیکیوں کا وزن اس کے گناہوں سے کم ہو گا، اسے سزا دی جائے گی اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس دنیا میں انسان کو اس کے تمام نیک و بداعمال کا بدلہ نہ ملتا ہے اور نہ مل سکتا ہے۔ اس لیے عقل اور عدل تقاضا کرتے ہیں کہ اس جزا و سزا کے لیے تمام لوگوں کو ایک دن دوبارہ پیدا کیا جائے اور ہر ایک کو اس کے نیک و بداعمال کا بدلہ دیا جائے۔

پیارے بچو! اس عقیدے کے لحاظ سے یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں اگر کوئی اچھے کام کرے گا اور اچھی فصل بوئے گا، تو آخرت میں اس کا اچھا بدلہ اور بہتر پھل پائے گا۔ اگر کسی نے برے کام کیے اور اپنے لیے کانٹے بوئے تو آخرت میں اس کی سزا بھگتے گا اس دنیا میں انسان کو اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے کا ملکہ اور اچھے یا برے کام کرنے کی قدرت اور اختیار اسی لیے دیے گئے ہیں تاکہ دوسری زندگی میں اس کا حساب کتاب لیا جائے اور پورے انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے اسے اس کا مناسب اجر دے دیا

جائے۔ اس بات کو ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے یوں بیان فرمایا: **اَلدُّنۡیَا مَزۡرَعَۃُ الۡاٰخِرَۃِ** (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی بھلائی اور برائی کے متعلق فکر کریں اور اس دنیا میں اچھے عمل کریں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں۔ ان کے احکام پر عمل کریں۔ انسانوں کے حقوق ادا کریں۔ مخلوقِ خدا کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور گناہ و نافرمانی اور زیادتی و حق تلفی سے گریز کریں تاکہ آخرت میں اچھا پھل پائیں۔ حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کردے گا لیکن بندوں کے حقوق اُس وقت تک معاف نہ ہوں گے جب تک دوسرا بندہ معاف نہ کرے۔

مشق

1۔ عقیدۂ آخرت کی تشریح کریں۔

2۔ آخرت کے متعلق رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کیا فرمایا؟ اور ہمیں اس پر کیسے عمل کرنا چاہیے؟

3۔ خالی جگہ پر کریں:-

(ا) یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں .... کے لیے رہنے والی نہیں ہیں۔

(ب) قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کائنات کو .... پیدا کرے گا۔

(ج) جس اللہ نے انسان کو .... مرتبہ پیدا کیا، اس کے لیے اسے دوسری مرتبہ پیدا کرنا زیادہ .... ہے۔

(د) قیامت کے دن انسان کا پورا نامۂ اعمال اللہ کی .... میں پیش کر دیا جائے گا۔

(ہ) اس دنیا میں کسی بھی انسان کو اس کے تمام اچھے اور برے اعمال کا پورا پورا .... ملنا ممکن نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

انبیاء کرامؑ کی بعثت کا مقصد:

انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور اس کی رہنمائی کے لیے اپنے نبی مبعوث فرمائے۔ جو انسان کو اللہ کے احکام و ہدایات پوری دیانت داری سے پہنچاتے رہے۔ پھر انہوں نے ہمیں ان پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تاکہ ان احکام و ہدایات کا مفہوم سمجھنے میں ہم سے کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ یہ انبیاء جو کچھ ہمیں بتاتے ہیں یا کر کے دکھاتے ہیں' وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے ان کی اطاعت در حقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (النساء :64)

ہم نے جو رسول بھی بھیجا وہ اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اطاعتِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَالِہٖ وَسَلَّم :

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ کے آخری نبی ہیں اس لیے اب قیامت تک کے انسانوں کے لیے آپؐ کی اطاعت نہایت ضروری ہے۔ آپؐ ہمیں جو کچھ بھی بتاتے ہیں وہ اپنی مرضی سے یا اپنی طرف سے نہیں بتاتے، بلکہ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:-

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى (النجم :4,3)

یعنی: وہ (جوبات کہتا ہے) اپنی خواہشِ نفسانی کے تحت نہیں کہتا بلکہ یہ صرف اسی وحی پر مبنی ہے جواس پر نازل کی جاتی ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم وہی کام کریں جن کے کرنے کا وہ ہمیں حکم دے اور ان تمام کاموں سے باز رہیں جن سے وہ ہمیں روک دے۔ جیساکہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَا نْتَهُوْا (الحشر7)

اور یہ رسولؐ تمہیں جس بات کا حکم دے، وہ کرو اور جس بات سے تمہیں روک دے اس سے باز رہو۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ اطاعت صرف ظاہری حد تک ہی نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ دل کی گہرائی سے اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ آپؐ کی ہدایات وتعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔ قرآن مجید نے یہ بات یوں واضح کی ہے:

"پس نہیں، تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافی معاملات میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور پھر تیرے فیصلے پر اپنے دل کے کسی گوشے میں ذرا سی خلش بھی محسوس نہ کریں اور تیرے فیصلے کے آگے پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔"

اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ذمہ داری:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اللہ کی ہدایت قرآن کی صورت میں پہنچا دی۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ جو ذکر (قرآن) ہم نے نازل کیا ہے اس کی وضاحت کرنا ہمارے رسولؐ کے ذمے ہے (النحل۔44)

رسول اللہ ﷺ کا منصب یہ ہے کہ وہ ہمیں آیاتِ الٰہی پڑھ کر سنانے کے علاوہ ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ہماری اخلاقی تربیت (تزکیہ) کرتے ہیں۔(آل عمران: 164)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہم پر لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی اطاعت کو خود اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

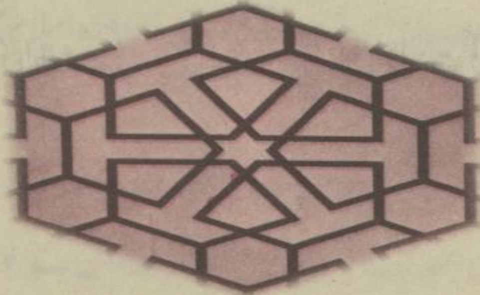
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

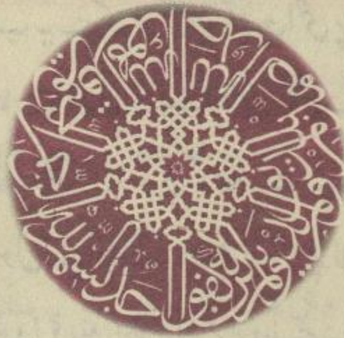
"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی، بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی"

اور اس بات کو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے یوں بیان فرمایا:

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی"۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ زندگی کے تمام معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں تاکہ ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت وخوشنودی حاصل ہو۔





مشق

1- صرف ایک جملے میں جواب دیجیے۔

(ا) رسول اللہ ﷺ ہمیں جو حکم دیں اس کے متعلق ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

(ب) اپنے اختلافات میں رسول اللہ ﷺ کا حکم نہ ماننے والوں کے متعلق قرآن نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

2- خالی جگہ پر کریں:-

(ا) انبیاء کرام علیہم السلام انسان کو اللہ کے احکام و ہدایات پوری .... سے پہنچاتے رہے۔

(ب) جو ذکر ہم نے نازل کیا ہے، اس کی وضاحت کرنا .... کے ذمے ہے۔

(ج) رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے .... ہیں۔

(د) جس نے میری اطاعت کی، اس نے .... کی اطاعت کی۔

سُنّتِ نبویؐ کی عملی زندگی میں اہمیت

سُنّت کا مفہوم:

رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا، جو کچھ کر کے دکھایا اور جس بات کو دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار فرمائی، ایسی سب باتیں پیروی کے لائق ہیں۔ اس لیے قرآن نے آپؐ کو ہمارے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (الاحزاب۔21)

تم میں سے ہر اس شخص کے لیے اللہ کے رسولؐ میں بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہے۔

بہترین نمونۂ عمل:

ہمارے لیے سب سے بنیادی بات جس کے ذریعے ہم دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، ایمان ہے۔

اس کے بعد ارکانِ اسلام کو دیکھ لیجئے۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ قرآن میں نماز قائم کرنے کا حکم تو بلاشبہ کئی دفعہ آیا ہے لیکن اس کی تفصیلات، اس کے اوقات، اس کا طریقہ وغیرہ ہمیں قرآن میں نہیں ملتا۔ اس کے لیے ایک مسلمان کو تمام رہنمائی رسول اللہ ﷺ ہی سے

ملتی ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی قرآن میں بار بار حکم دیا گیا ہے لیکن اس کا نصاب، اس کی شرح اور اس کی دوسری تمام تفصیلات ہمیں کتاب اللہ میں نہیں ملتیں بلکہ سنتِ رسولؐ ہی میں ملتی ہیں۔ روزہ آپؐ نے خود رکھ کر اس کی تمام تفصیلات ہمارے لیے واضح فرمادیں۔ حج بھی ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے مناسک اور طریقے مجھ سے اچھی طرح سیکھ لو۔ غرض تمام ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے سلسلے میں مکمل رہنمائی ہمیں سنتِ نبویؐ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

اِتّباعِ رسول صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم:

انسانیت کی پوری تاریخ میں صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی زندگی کے ہر پہلو کی پوری تفصیلات ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** (آل عمران : 31) یعنی "اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔" اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ دینِ اسلام میں سنتِ نبویؐ کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ شعب ابی طالب کے قیدی ہوں یا ملک عرب کے فرمانروا، مکے کے ایک مال دار تاجر ہوں یا خالی ہاتھ نکال دیئے گئے مہاجر، مکے کے عظیم فاتح ہوں یا اُحد کے لشکر کے زخموں سے چُور چُور سپہ سالار، مسجدِ نبویؐ کے خطیب ہوں یا صُفّہ کی درسگاہ کے معلّم، الغرض زندگی کا کوئی پہلو ہو، آپؐ کی سنت ہر جگہ ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے۔ ہمیں سنتِ نبویؐ پر عمل بھی کرنا چاہیے اور اس سے محبت بھی رکھنی چاہیے۔

مشق

(1) سنتِ نبویؐ سے کیا مراد ہے ؟

(2) قرآن نے سنتِ نبویؐ کے متعلق ہمیں کیا ہدایات دی ہیں ؟

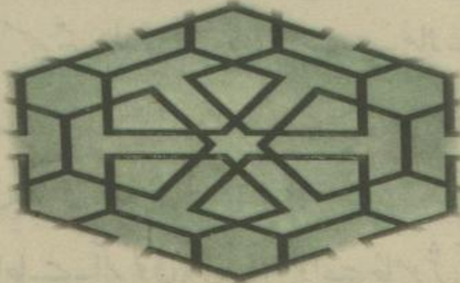
(3) ارکانِ اسلام پر عمل کے سلسلے میں ہمیں رہنمائی کہاں سے ملتی ہے ؟

(4) صرف ایک جملے میں جواب دیجیے۔

(ا) انسانیت کی پوری تاریخ میں وہ کون سی ہستی ہے جس کی زندگی کی تمام تفصیلات دستیاب ہیں ؟

(ب) اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟

(ج) قرآن نے ہمارے لیے بہترین نمونۂ عمل کسے قرار دیا ہے ؟



جُمعہ و عِیدَین

اسلام میں دو باتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایک یہ کہ تمام مسلمان مل جل کر رہیں، باہمی تعلقات خوشگوار ہوں اور آپس میں ہمدردی ہو۔ دوسری یہ کہ زندگی کا کوئی پہلو بھی اللہ کی بندگی اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کے دائرے سے باہر نہ ہو۔ اسلام کی تمام عبادات اور احکام میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ نماز جمعہ و عیدَین اسلام کی اس روح کی بہترین مثالیں ہیں۔

نماز جمعہ مسلمان پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، "جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کی یاد کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت ترک کر دو، پھر جب نماز مکمل ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو"۔

نمازِ جمعہ کے آداب:

نماز جمعہ کے لیے نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر اور ہو سکے تو خوشبو لگا کر مسجد میں آنا چاہیے۔ یہ نماز جامع مسجد ہی میں ادا کرنی چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ایک جگہ مل بیٹھنے کا موقعہ ملے۔ نماز سے پہلے مسجد میں جلدی پہنچنے کا بڑا ثواب ہے۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا جاتا ہے۔ اس میں لوگوں کو دین، تقویٰ اور نیکی کی تاکید کی جاتی ہے۔ روز مرّہ زندگی کے بارے میں اسلامی تعلیمات بیان کی جاتی ہیں۔ باہمی ہمدردی اور اچھے تعلقات کی تلقین کی جاتی ہے۔ یہ خطبہ پوری توجّہ اور خاموشی سے سننا چاہیے۔ اگر کوئی بول رہا ہو تو اسے خاموش کرانے کے لیے بھی بولنے کی اجازت نہیں۔ جمعے کے دن عبادت اور دعا کی طرف زیادہ توجّہ دینی چاہیے۔

عیدَین کی اہمیت:

اسلام نے مسلمانوں کو سالانہ دو تہوار دیے ہیں، ایک عید الفطر جو رمضان کے مہینے میں روزے مکمل کرنے کی خوشی میں ادا کی جاتی ہے اور دوسری عید الاضحیٰ، جس میں مسلمان اللہ کی بارگاہ میں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ ان دونوں عیدوں کو عیدَین کہتے ہیں۔ عام قومیں اپنے تہوار عیاشی اور کھیل کود میں گزارتی ہیں اور ان کے ہاں اللہ سے تعلق اور اس کی بندگی کا کوئی اظہار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اسلام کی یہ دونوں عیدیں ایک طرف تو اپنے ماننے والوں کو تفریح اور خوشی کے اظہار کا موقع فراہم کرتی ہیں تو دوسری طرف ایک دوسرے سے میل ملاپ اور معاشرے کے تمام لوگوں کی امداد اور خبر گیری کا ذریعہ بنتی ہیں۔ یہ عیدیں اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

عیدَین کے آداب:

مسلمان عید کے دن صبح سویرے اٹھتے ہیں۔ نہا دھو کر صاف اور نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں اور عید کی نماز کے لیے شہر سے باہر عید گاہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی کثرتِ تعداد، قوت و طاقت اور اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ ہو اور ایک دوسرے کو دیکھ کر تمام مسلمان اسلامی رسوم و عبادات بھی سیکھ جائیں۔

نماز عید کے لیے جاتے وقت بلند آواز سے یہ تکبیرات پڑھی جاتی ہیں:-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

(اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ

سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔)

عید گاہ کو جانے اور وہاں سے واپسی کے لیے الگ الگ راستہ اختیار کیا جائے تاکہ ہر طرف کے لوگ اسلام کی عظمت و شوکت بھی دیکھیں اور ایک دوسرے سے ملاقات بھی کر سکیں۔ نماز عید کی دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ اس میں عام نمازوں سے کچھ زائد تکبیرات ادا کی جاتی ہیں۔ نماز کے بعد امام خطبہ دیتا ہے جس میں اسلامی اخوّت، ہمدردی اور قربانی کا درس ہوتا ہے اور نیکی و تقویٰ کی تلقین کی جاتی ہے۔ یہ خطبہ بھی توجّہ اور خاموشی کے ساتھ سننا ضروری ہے۔ اس کے بعد تمام مسلمان اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا دیتے ہیں اور امت کی بھلائی کے لیے دعا کرتے ہیں اور اللہ کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتے ہیں۔

فطرانہ و قربانی:

نمازِ عیدالفطر کے لئے روانہ ہونے سے پہلے فطرانہ کی ادائیگی ضروری ہے جبکہ عیدالاضحیٰ میں قربانی کی جاتی ہے۔ یہ ہمارے دلوں میں سنتِ ابراہیمی کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ قربانی کا یہ گوشت خود بھی کھایا جائے، رشتہ داروں، دوستوں اور غریبوں کو بھی بانٹ دینا چاہیے۔

نماز عیدین کے ذریعے دل نیکی و تقویٰ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں باہمی اخوت و ہمدردی بڑھتی ہے اور جائز حدود میں خوشیاں منانے کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح یہ اسلامی طرزِ زندگی کی تربیت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔

مشق

1- نمازِ جمعہ کی اہمیت بیان کریں۔

2- نمازِ جمعہ کے آداب کیا ہیں؟

3- خطبۂ جمعہ سننے کے آداب بیان کریں۔

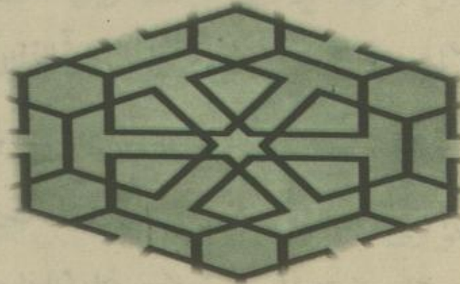
4- عید کی تکبیر کے الفاظ اور ان کا ترجمہ بیان کریں۔

5- خالی جگہ پر کریں:۔

(ا) اسلام نے نمازِ جمعہ کی عام نمازوں سے زیادہ............ کی ہے۔

(ب) جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان دے دی جائے تو............ کی طرف دوڑ پڑو۔

(ج) خطبۂ جمعہ .... سے سننا ضروری ہے۔



روزہ اور اس کی اہمیّت

روزے کا مفہوم:

روزہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ روزے کو عربی میں صَوم کہتے ہیں۔ صَوم کے معنی ہیں رکنا، خاموش رہنا۔ اسلامی شریعت میں اللہ کی خوشی کے لیے صبحِ صادق طلوع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رُکے رہنے کا نام روزہ ہے۔

روزہ مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔"

روزے کی اہمیّت:

روزے کو دینی، روحانی، اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ سب سے پہلے تو اس کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر مذہب میں لازم رکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھی روزے کی اہمیت کے کئی پہلو ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

روزہ انسانی ہمدردی اور اسلامی اخوت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے

ماہِ رمضان کو" شہرِ مُواساۃ "یعنی ہمدردی کا مہینہ قرار دیا ہے۔ صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہ کر انسان کے دل میں معاشرے کے تنگ دست لوگوں کے دُکھوں کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اس طرح ان کی امداد کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی مہینے (رمضان) میں روزے رکھتے ہیں۔ سحری کا وقت ختم ہوتے ہی سب کھانے پینے سے ہاتھ روک لیتے ہیں اور آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر لیتے ہیں۔

روزے سے مسلم معاشرے میں ایک پاکیزہ فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ مسلمان دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات کو تراویح کی نماز میں مصروف ہو جاتے ہیں ہر مسلمان نیکی اور ہمدردی کا پیکر بن جاتا ہے۔ جس سے پورا ماحول پاکیزہ ہو جاتا ہے گویا کہ نیکی وتقویٰ کا موسمِ بہار ہو!

اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی کا اجر کئی گُنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ صرف میرے لیے ہے اس کا اجر بھی میں خود دوں گا۔

رمضان کے فضائل:

رمضان کا مہینہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے جس سے اس کی عظمت واہمیّت ظاہر ہے۔ اس مہینے میں قرآنِ کریم کی تلاوت اور تراویح میں قیام کر کے قرآن کریم سننے کا بہت بڑا اجر ہے۔ شبِ قدر نے رمضان کی اہمیت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس کی عبادت کا اجر ایک ہزار مہینے کی عبادت سے بھی زیادہ رکھا گیا۔ فرشتے رحمتوں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور طلوعِ فجر تک برکت وسلامتی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

روزے کے فوائد:

روزے سے انسان کی صحت بھی بہتر ہو جاتی ہے اور بعض بیماریوں کا بھی اس سے ازالہ ہوتا ہے۔ روزے کے دوران انسان دن رات ایک نظم کے پابند ہوتے ہیں۔ کھانا پینا کب شروع کیا جائے اور کب ختم کر دیا جائے اور پھر دوبارہ کس وقت کھایا جائے۔ اپنی بھوک پیاس پر قابو پانا، زبان کو قابو میں رکھنا، خواہشات کو قابو میں رکھنا، کب سونا ہے اور کب جاگنا، ان سب باتوں سے انسان کو ضبطِ نفس کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ روزہ ایسی اہم عبادت ہے جو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا پورا یقین پیدا کر دیتی ہے جس سے رمضان کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی انسان برائی کے ارتکاب سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ایک ڈھال ہے اور فرمایا کہ جس نے ایمان و یقین کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

پیارے بچو! جو شخص رمضان اور روزے کے اس قدر فوائد و برکات سے واقف ہو اور ان سے محرومی اختیار کر لے اس سے زیادہ بدنصیب شخص کون ہو سکتا ہے! ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک اور اس کے روزوں کا پورے ذوق و شوق سے اہتمام کریں اور اس سلسلے میں سستی اور لاپروائی دکھا کر اس کی برکتوں سے اپنے آپ کو محروم نہ کر لیں۔



مشق

1۔ روزے کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟ اس کا مفہوم بیان کریں۔

2۔ قرآنِ کریم میں روزے کے متعلق کیا حکم دیا گیا ہے؟

3۔ روزے کی اہمیت اور فوائد بیان کریں۔

4۔ شبِ قدر کی اہمیت بیان کریں۔

5۔ خالی جگہ پر کریں:۔

(ا) روزے اس لیے فرض کیے گئے تاکہ تم ....بن جاؤ۔

(ب) روزہ گناہوں کے خلاف ایک..........ہے۔

(ج) دنیا بھر کے مسلمان ....میں روزے رکھتے ہیں۔

(د) روزے سے ....کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔

باب سوم۔ اسوۂ حسنہ:

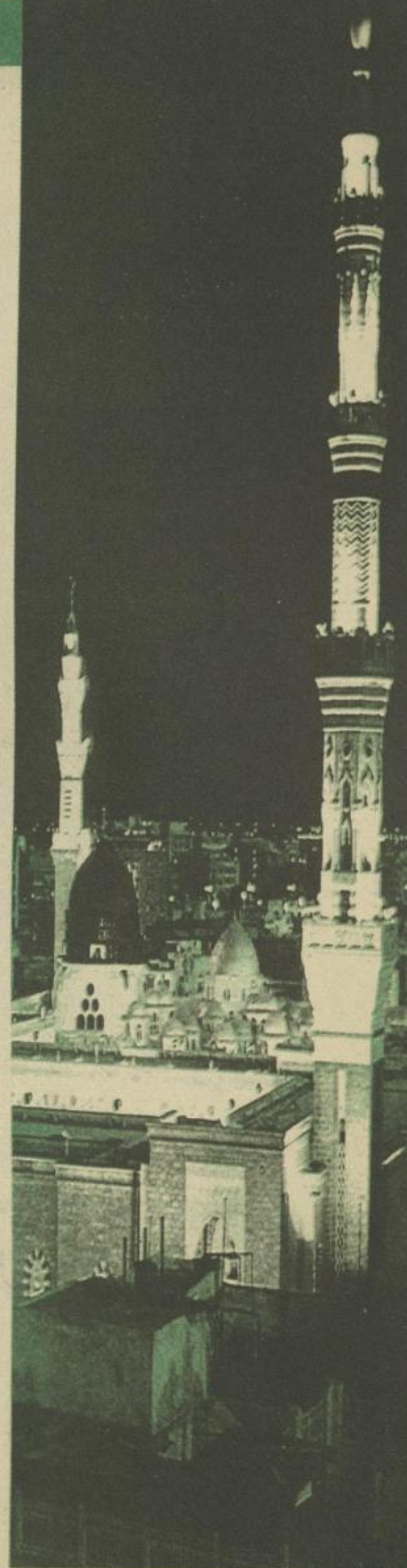
انصارِ مدینہ کا ایثار

ہجرت:

کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر اتنے ظلم ڈھائے کہ بالآخر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ کے حکم کے مطابق انہیں مکہ چھوڑ کر مدینے کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک ایک کر کے مسلمان مدینے کی طرف جانے لگے۔ قریش کا جہاں تک بس چلتا وہ انہیں کوئی چیز ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دیتے۔ مہاجرینِ مکہ کی اکثریت مدینے میں اللہ کے بھروسے پر خالی ہاتھ داخل ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ وطن سے بے وطن ہونے اور اپنے عزیز و اقارِب سے علیحدگی کا غم بھی تھا لیکن مہاجرین نے یہ تمام باتیں بڑے حوصلے اور صبر سے برداشت کیں۔

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مہمان ہوئے۔ یہاں آپؐ نے پہلا کام یہ کیا کہ مسجد کی تعمیر شروع



کرا دی۔ تعمیر کے کام میں آپؐ بذات خود شریک تھے۔ چنانچہ انصارؓ اور مہاجرینؓ دونوں مل کر زیادہ جوش وخروش سے کام میں حصہ لے رہے تھے۔ اور یوں مل جل کر کام کرنے سے ان کے درمیان محبت واخوت کے نئے رشتے جنم لے رہے تھے۔ تعمیر کے بعد یہ مسجد انصارؓ اور مہاجرینؓ کے اتحاد اور میل محبت کا مرکز بن گئی۔ جہاں وہ روزانہ پانچ وقت ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملا کر ایک صف میں کھڑے ہوتے۔ یہ اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی عظیم الشّان بنیاد تھی۔

مُواخات :

محبت واخوت کی اس بنیاد کو آگے بڑھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے انسانی تاریخ کا ایک بے مثال کارنامہ سرانجام دیا جسے انصارؓ اور مہاجرینؓ کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارے کا نام دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ بن مالک کے مکان پر مہاجرینؓ اور انصارؓ کو جمع کیا۔ کل نوے آدمی تھے۔ ان میں سے آدھے مہاجرینؓ تھے اور آدھے انصاریؓ تھے۔ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا گیا۔ اس بھائی چارے کے ذریعے یہ طے ہوا کہ یہ بھائی ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار ہوں گے۔

انصارؓ کا ایثار :

انصارؓ نے ایثار و محبت کی بے شمار مثالیں قائم کیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو حضرت سعدؓ بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت سعدؓ مال دار آدمی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا کہ آپ میرے تمام مال و جائیداد کا آدھا حصہ لے لیں۔ حضرت

عبدالرحمٰنؓ نے شکریے کے ساتھ ان کے خاندان اور مال میں برکت کے لیے دعا کی اور کہا کہ مجھے صرف بازار کا راستہ دکھا دیں۔ ان کے کاروبار میں اللہ نے بہت برکت دی۔

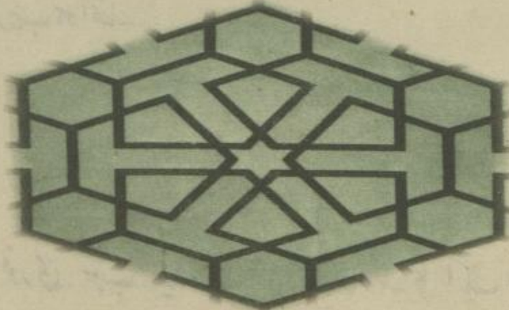
انصار کے پاس کھجوروں کے باغ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہمارے یہ باغ ہمارے بھائیوں کے درمیان تقسیم کر دیں لیکن آپؐ نے صرف پیداوار میں سے مہاجرینؓ کو حصے دار قرار دیا۔ ۴ ہجری میں جب بنو نضیر کے یہودیوں کے باغات مسلمانوں کے قبضے میں آئے تو رسول اکرم ﷺ نے انصارؓ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرینؓ نادار ہیں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو نئی زمینیں مہاجرینؓ کو دے دی جائیں اور تم نے باغات کی جو پیداوار انہیں دے رکھی ہے وہ تم واپس لے لو۔ انصارؓ نے کہا کہ ہمارے باغات بھی ان کے پاس رہنے دیجئے اور نئی زمینیں بھی انہیں دے دیجئے۔

مدینے کے انصارؓ کی اکثریت کاشت کاری کے پیشے سے تعلق رکھتی تھی۔ مکے سے آنے والے مہاجرینؓ تجارت پیشہ لوگ تھے۔ ان کے میل جول سے مدینے کے اسلامی معاشرے کو ترقی اور خوشحالی نصیب ہوئی۔

پیارے بچو! ہمیں چاہیے کہ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلامی ایثار و اخوت کے اسی مثالی کردار کا مظاہرہ کریں۔ یہ ایثار و اخوت دنیا کی زندگی میں بھی ہماری قوّت اور عزت و سربلندی کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی ہماری کامیابی اور سرخ روئی اسی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

مشق

1- مکے کے مسلمان ہجرت پر کیوں مجبور ہوئے اور کس حال میں مدینے پہنچے ؟
2- رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینے میں سب سے پہلے کون سا کام شروع کیا؟
3- مواخات کے لیے نبی کریم ﷺ نے انصارؓ و مہاجرینؓ کو کہاں اکٹھا کیا اور اس میں کیا باتیں طے پائیں ؟
4- انصارؓ مدینہ کے ایثار کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
5- کس انصاری کو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بھائی بنایا گیا؟ انھوں نے اپنے اس دینی بھائی کے لیے کس طرح ایثار سے کام لیا؟
6- انصارؓ کے ایثار سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟



غزوۂ بدر میں صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری

پس منظر:

مسلمانوں کے مکے سے ہجرت کر جانے کے بعد بھی قریشِ مکہ نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ انہوں نے مدینے کے ایک قبیلے (خزرج) کے سردار عبد اللہ بن ابی کو لکھا کہ یا تو ہمارے آدمی کو لڑائی کر کے مدینے سے نکال دو، یا پھر ہم اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ کر کے تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کی بے حرمتی کریں گے۔ قریش کے لوگوں نے مدینے کے ارد گرد چھاپے مارنے اور مسلمانوں کے مال مویشی لوٹنے شروع کر دیے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دے دی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کفارِ مکہ پر دباؤ ڈالنے کے لیے اس تجارتی راستے کی نگرانی شروع کر دی جس کے ذریعے اہلِ مکہ شام سے تجارت کرتے تھے۔ اسی کے نتیجے میں کفر و اسلام کا وہ پہلا معرکہ پیش آیا جو غزوۂ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اسے غزوۂ بدر اس لیے بھی کہتے ہیں کہ یہ مدینے سے قریباً سوا سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع بدر نام کی ایک بستی کے قریب ہوا تھا۔

اسباب:

غزوۂ بدر کا فوری سبب یہ ہوا تھا کہ کفارِ مکہ کا ایک سردار ابوسفیان شام سے ایک تجارتی قافلہ لے کر واپس آ رہا تھا۔ اس میں ایک ہزار اونٹوں پر تجارتی مال لدا ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کرا دیا کہ اس قافلے کا راستہ روکنے کے لئے جو شخص چاہے، آجائے۔ اس طرح قریباً تین سو تیرہ افراد روانگی کے لیے تیار ہو گئے لیکن یہ جنگ کے لیے پوری طرح تیار ہو کر نہ نکلے تھے۔ پورے اسلامی لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ابوسفیان کو مسلمانوں کے نکلنے کا علم ہوا تو اس نے فوراً قریشِ مکہ کو پیغام بھجوادیا کہ وہ اس کی مدد کے لیے پہنچیں۔ ورنہ ان کا تجارتی قافلہ لٹ جائے گا۔ اس میں مکے کے قریباً تمام گھرانوں کا سامان شامل تھا۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے فوری طور پر ایک ہزار افراد کا ایک لشکر تیار کیا اور مدینہ پر حملے کے لیے نکل پڑے۔ ان کے پاس ایک سو گھوڑے اور چھ سو زرہیں اور سینکڑوں اونٹ تھے۔ ابوسفیان راستہ بدل کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے کفار کو اطلاع بھجوا دی کہ قافلہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس لیے تم واپس آجاؤ لیکن کفار اپنے غرور میں مست ہو کر آگے بڑھتے رہے اور بدر کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو حالات کا علم ہوا تو صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ اس کے نتیجے میں پیش قدمی جاری رکھنے کا فیصلہ ہوا اور اسلامی لشکر بھی بدر کے قریب پہنچ گیا۔ اسی رات موسلادھار بارش ہوئی جس سے مشرکین مکہ کی پیش قدمی رک گئی اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔

اگلے دن رسول اللہ ﷺ نے لشکر ترتیب دیا۔ میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ رات آپؐ نے دعا میں بسر کی۔

واقعات :

۱۷۔ رمضان ۲ ہجری کو دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر دعا فرمائی: ''اے اللہ! قریش پورے غرور و تکبر کے ساتھ تیری مخالفت کرتے ہوئے اور

تیرے رسولؐ کو جھٹلاتے ہوئے آگئے ہیں۔اے اللہ! تو مدد فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے"۔
کفار میں سے عتبہ ، شیبہ اور ولید بن عتبہ نے باہر نکل کر مسلمانوں کو للکارا۔ ادھر سے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث نے مقابلہ کیا۔ تینوں کافر ڈھیر ہو گئے۔اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ صفیں درست کر کے آئے اور دعا فرمائی۔

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے وعدے کا سوال کرتا ہوں۔اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو گا"۔ اللہ تعالیٰ نے مدد کے لیے فرشتے بھیج دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ریت اور کنکریوں سے مٹھی بھری اور قریش کی طرف پھینک دی۔ جنگ زور شور سے جاری رہی۔ کفار کے قدم اکھڑ گئے۔ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمانوں نے پیچھا کیا۔ ستر مشرک قتل ہوئے۔ ستر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی طرف سے صرف چودہ صحابہؓ شہید ہوئے۔ کافروں کے بڑے بڑے سردار اس جنگ میں کام آئے۔ ابو جہل کفار کا سردار اور سپہ سالار تھا۔وہ دو نوعمر مجاہدوں معاذؓ اور معوذؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے لشکرِ اسلام کو عظیم الشّان فتح نصیب فرمائی۔

صحابہؓ کی جاں نثاری :

غزوۂ بدر میں صحابہ کرامؓ نے جاں نثاری کے بے مثال کارنامے سرانجام دیے۔ معاذؓ نے ابو جہل پر حملہ کیا تو اس کے بیٹے نے معاذؓ کے کندھے پر تلوار ماری جس سے ان کا ہاتھ کٹ کر بازو کے چمڑے کے ساتھ لٹک گیا۔ انہوں نے اسے اپنے پاؤں کے نیچے رکھا اور جھٹکا دے کر جسم سے الگ کر دیا۔

حضرت عوفؓ بن حارث نے جوشِ جہاد میں اپنی زرہ اتار کر پھینکی اور تلوار لے کر دشمن پر

ٹوٹ پڑے اور شہادت حاصل کی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے کا فر ماموں عاص بن ہاشم کو قتل کیا۔ حضرت عکاشہؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں لکڑی کا پھٹہ دے دیا۔ عکاشہؓ اسی کے ساتھ لڑنے لگے۔ ایک انصاریؓ نے مصعبؓ بن عمیر کے بھائی ابوعزیز کو جو کافر تھا، قید کر کے باندھ رکھا تھا۔ حضرت مصعبؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو انصاریؓ سے کہا خوب کس کر باندھو۔ بھائی نے اس پر افسوس کا اظہار کیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر نے کہا: تمہاری بجائے یہ انصاریؓ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

نتائج :

اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ چودہ مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی۔ کفار کے ستر آدمی مارے گئے جن میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ ستر کافر گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں میں سے بعض کو احسان کے طور پر چھوڑ دیا گیا۔ باقی قیدیوں کے متعلق طے ہوا کہ وہ فدیہ دے کر یا دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر آزادی حاصل کر لیں۔ اس جنگ کے نتیجے میں کافروں کا غرور خاک میں مل گیا۔

پیارے بچو! غزوۂ بدر سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے ہمیں بھی معوذؓ اور معاذؓ جیسا کردار ادا کرنا چاہیے جس کے لیے حصولِ علم اور تعمیرِ سیرت نہایت ضروری ہے۔

33-48

مشق

1۔ غزوۂ بدر کا فوری سبب کیا تھا؟
2۔ غزوۂ بدر کی تفصیل بیان کریں۔
3۔ غزوۂ بدر کے اثرات کیا ہوئے؟
4۔ معرکہ شروع ہونے سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے کیا دعا فرمائی؟
5۔ غزوۂ بدر میں اہل ایمان کے لیے کیا سبق ہے؟
6۔ غزوۂ بدر میں صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری کا کوئی ایک واقعہ بیان کریں۔
7۔ مختصر جواب دیں:۔
(ا) غزوۂ بدر کب پیش آیا؟
(ب) ابوجہل کو کس نے ہلاک کیا؟
(ج) غزوۂ بدر میں کتنے مسلمان شریک تھے؟
(د) غزوۂ بدر میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟
(ہ) پڑھے لکھے قیدیوں کے ساتھ فدیے کے طور پر کیا طے کیا گیا؟
(و) غزوۂ بدر میں کتنے مشرک مارے گئے؟
(ز) مشرکینِ مکہ کی طرف سے سب سے پہلے کن تین افراد نے مقابلے کے لیے للکارا؟

غزوۂ احد اور اطاعتِ امیر کی اہمیت

غزوۂ احد اور اطاعتِ امیر کی اہمیت :

پیارے بچو! جیسا کہ آپ نے پچھلے سبق میں پڑھا۔ غزوۂ بدر میں مشرکینِ مکہ کو سخت نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے اور وہ پورے عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس سے ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے وہ سارا مال تجارت جو ابوسفیان ایک ہزار اونٹوں پر ملک شام سے لایا تھا جنگی تیاریوں کے لیے وقف کر دیا اور پورے ایک سال تک تیاری کر کے تین ہزار کا عظیم الشّان لشکر ترتیب دیا۔ جس کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔ لشکر کے ساتھ تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ مکے ہی میں تھے اور ان تمام تیاریوں کو دیکھ رہے تھے۔ جونہی لشکر کفار روانہ ہوا انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع بھجوا دی۔ مہاجرینؓ وانصارؓ کے سرداروں کے ساتھ مشورہ کیا گیا اور مقابلے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔

دونوں لشکر میدانِ جنگ میں :

۶ شوال ۳ ہجری بروز جمعہ مشرکین کا لشکر مدینے سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر اُحد پہاڑ کے قریب خیمہ زن ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے مشورے کے لیے اپنے قریبی اور تجربہ کار ساتھیوں کا اجلاس طلب فرمایا۔ آپؐ کی رائے تھی کہ مدینے میں رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے لیکن کچھ پُرجوش

صحابہ کرامؓ کھلے میدان میں نکل کر جنگ کرنا چاہتے تھے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے بھی یہی رائے پیش کی کہ مدینے میں رہ کر مقابلہ کیا جائے کیونکہ وہ مسلمانوں کا ساتھ نہیں دینا چاہتا تھا اور اس طرح اس کی منافقت پر پردہ بھی پڑا رہ سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی رائے ترک کر کے اکثریت کا فیصلہ قبول کر لیا اور ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد مدینے سے روانہ ہوئے۔ عبداللہ ابن ابی منافقوں کا سردار تھا۔ اس نے غداری کی اور راستے سے اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ اور یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ میرا مشورہ قبول نہیں کیا گیا تھا۔ اس حرکت کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ اب تین ہزار کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر وادی کے آخری سرے پر واقع اُحد پہاڑ کی ایک گھاٹی میں ڈیرے ڈال دیے۔ لشکرِ اسلام کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور صفیں درست فرمائیں۔

واقعات:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی کمان میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ ترتیب دیا۔ اپنے کیمپ سے قریب ایک فرلانگ کے فاصلے پر اسے ایک چھوٹی سی پہاڑی پر مقرر فرمایا۔ اس پہاڑی کا نام بعد میں اسی مناسبت سے جبل رُماۃ یعنی ”تیر اندازوں والی پہاڑی“ مشہور ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے تمام مجاہدوں کو تاکید فرمائی:

”ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔ اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر دیکھو کہ مالِ غنیمت سمیٹا جا رہا ہے تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ اگر تم لوگ دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل

دیا ہے تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں خود تم کو بلا بھیجوں"

۷ شوال ۳ ہجری کو جب جنگ شروع ہوئی تو سب سے پہلے مشرکین کا علمبردار طلحہ عبدری اونٹ پر سوار آگے بڑھا۔ اس نے مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا تو حضرت زبیرؓ آگے بڑھے۔ چھلانگ لگا کر اونٹ پر جا چڑھے اور اسے زمین پر گرا کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی۔ طلحہ مارا گیا تو اس کے بھائی عثمان نے پرچم اٹھا لیا۔ اسے حضرت حمزہؓ نے جہنم رسید کیا۔ اس طرح دس مشرک باری باری جھنڈا اٹھاتے اور قتل ہوتے رہے۔ اس کے بعد ایک حبشی غلام نے جھنڈا اٹھایا اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے اس کی حفاظت کرتا رہا۔ اس کے قتل کے بعد جھنڈا زمین پر گر گیا تو پھر کفار کا جھنڈا گرا ہی رہا۔ کوئی اسے بلند کرنے کی جرات نہ کر سکا۔

جبلِ رُماۃ پر تیر اندازوں نے بھی بڑی بہادری سے کفار کے تین حملے پسپا کیے۔ بالآخر کفار کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہیں شکستِ فاش ہوئی۔ میدان خالی تھا۔ مسلمان مالِ غنیمت سمیٹ رہے تھے۔ اسی دوران تیر اندازوں سے ایک غلطی ہوئی۔ جبلِ رُماۃ کے تیر انداز میدان خالی دیکھ کر مال غنیمت سمیٹنے کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ ان کے کمانڈر نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی تاکید یاد دلا کر اس سے باز رہنے کو کہا لیکن انہوں نے کہا اب جنگ ختم ہو چکی ہے۔ یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے ادھر خالد بن ولید نے ، جو کفار کے رسالے کے سردار تھے ، یہ دیکھ لیا۔ فوراً وہاں پہنچ گئے۔ وہاں اب صرف دس آدمی رہ گئے تھے۔ خالد نے ان پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا اور لشکرِ اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ کفار رسول اللہ ﷺ کے سر پر پہنچ گئے۔ ایک ایک کر کے آپؐ کے سات صحابیؓ شہید ہو گئے اور صرف دو صحابیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص آپؐ کے پاس رہ گئے۔ حضرت سعدؓ دشمنوں پر تیر اندازی کرتے رہے اور حضرت طلحہؓ لڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے لیے ڈھال بن گئے۔ انہیں اس روز چالیس

کے قریب زخم آئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی زخمی ہو گئے۔ کندھے پر تلوار لگی۔ دو دانت بھی شہید ہو گئے۔ آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے۔ ایسے سخت حالات میں بھی آپؐ نے اپنی جان بچانے کے لیے میدان چھوڑنا گوارا نہ فرمایا اور چھپنے کی بجائے خود مسلمانوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا جس سے مشرکوں کو آپؐ کی موجودگی کی جگہ معلوم ہوئی تھی۔

جنگ کا نازک مرحلہ :

حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شکل آپؐ سے ملتی جلتی تھی۔ وہ آپؐ کو بچانے کے لیے لڑ رہے تھے۔ وہ کافر جو رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے لیے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا، حضرت مصعبؓ اس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ وہ پلٹا اور چلّا چلّا کر اعلان کرتا گیا کہ اس نے (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کو اکٹھا کرتے ہوئے اپنے کیمپ کے قریب ایک محفوظ مقام پر لے گئے اور باقی ماندہ لشکر بھی آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گیا۔ ابوسفیان اور خالد بن ولید یہاں بھی آپؐ پر حملہ کرنے کے لیے پہنچ گئے لیکن مسلمانوں نے ان کا حملہ پسپا کر دیا۔

نتائج :

اس جنگ میں ستر کے قریب صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ انہی میں رسول اللہ ﷺ کے پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے۔ اگرچہ بظاہر مشرکین کامیاب ہو گئے تھے لیکن مسلمانوں کے دوبارہ اکٹھے ہو جانے سے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ انہوں نے میدان چھوڑ کر مکہ کی طرف روانگی ہی میں اپنی بہتری سمجھی۔

ہمارے لیے سبق :

عزیز طالب علمو! آپ نے دیکھا کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو واضح فتح حاصل ہو گئی تھی۔ مشرکین کو شکست فاش ہو چکی تھی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے لیکن مسلمانوں کی ایک غلطی کی بنا پر یہ جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی تھی۔ پیارے بچو! یہ غلطی کیا تھی؟ یہ غلطی اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ مسلمانوں نے اطاعتِ امیر میں کوتاہی سے کام لیا تھا۔ تیر اندازوں کو رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ جب تک میں اجازت نہ دوں، یہ جگہ ہرگز نہ چھوڑنا اور جب انہوں نے اسے چھوڑ کر مالِ غنیمت سمیٹنے کے لیے جانا چاہا تو ان کے مقامی امیر حضرت ابنِ جبیرؓ نے بھی منع فرمایا لیکن انہوں نے امیر کے واضح احکام کی پرواہ نہ کی اور اس نہایت اہم مورچے کی حفاظت میں کوتاہی کی۔ اس کا نتیجہ بالکل سامنے ہے کہ مسلمانوں کی حاصل کی ہوئی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور انہیں بے پناہ جانی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ نظم وضبط اور اطاعتِ امیر پر مسلمانوں کی کامیابی کا انحصار ہے اور اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور برکت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس سلسلے میں ذرا سی بھی کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اطاعتِ امیر کی اہمیت ان الفاظ میں واضح فرمائی کہ اگر تم پر حبشی غلام بھی امیر مقرر کیا جائے تو اس کی بھی مکمل اطاعت کی جائے۔

مشق



1۔ مشرکینِ مکہ کے اُحد پہنچنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کارروائی کی اور اس کے نتیجے میں کیا طے پایا؟

2۔ عبداللہ بن اُبی کون تھا، اس نے کیا کیا، اس سے اس کا مقصد کیا تھا؟

3۔ پچاس تیر اندازوں کو کہاں مقرر کیا گیا تھا، اور انہیں کیا تاکید کی گئی تھی؟

4۔ تیر اندازوں نے کیا غلطی کی، اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟

5۔ غزوۂ اُحد میں صحابہ کرامؓ کی جان نثاری کا حال بیان کریں۔

6۔ غزوۂ اُحد سے اطاعتِ امیر کے سلسلے میں ہمیں کیا سبق ملتا ہے تفصیلاً بیان کریں۔

7۔ خالی جگہ پر کریں :

(ا) غزوۂ اُحد میں مشرکین کا سپہ سالار .... تھا۔

(ب) پچاس تیر اندازوں کو .... پر مقرر کیا گیا۔ ان کے سالار کا نام ...... تھا۔

(ج) اگر تم دیکھو کہ ہمیں .... اچک رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔

(د) غزوۂ احد میں سب سے پہلے مشرکین کا علمبردار .... حضرت .... کے ہاتھوں قتل ہوا۔

غزوۂ احزاب...... آزمائش اور ثابت قدمی

پس منظر :

غزوہ اُحد کے بعد کے نازک حالات پر رسول اللہ ﷺ نے بڑی دانش مندی اور ثابت قدمی سے قابو پایا اور کفار کو پیش قدمی کا موقعہ نہ دیا۔ موجودہ حالات میں یہودی قبیلے بنو نضیر کا سردار حیئ بن اخطب رسول اللہ ﷺ کے خلاف سب سے زیادہ سرگرم تھا۔ اس یہودی قبیلے کے بیس سردار مکے میں قریش کے پاس گئے اور اپنی امداد کا یقین دلا کر انہیں مدینے پر حملے کے لیے آمادہ کر لیا۔ اس کے بعد یہود کا یہ وفد بنو غطفان کے پاس گیا اور انہیں بھی جنگ پر آمادہ کر لیا۔ اس کے بعد عرب کے دوسرے قبائل کو غلبۂ اسلام کے خلاف بھڑکا کر جنگ پر آمادہ کر لیا۔

وجہ تسمیہ :

مکے سے ابوسفیان چار ہزار کا لشکر لے کر آیا۔ عرب کے دوسرے قبائل پوری جنگی تیاری کے ساتھ نکل پڑے۔ مدینے کے سامنے عرب کے مختلف قبائل پر مشتمل دس ہزار کا بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔

یہ لشکر جونہی حرکت میں آیا۔ مخبروں نے رسول اللہ ﷺ کو مطلع کر دیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے کے مطابق طے پایا کہ مدینے کے گرد خندق کھود کر اپنی حفاظت کی جائے۔ مدینہ شمال کے علاوہ باقی اطراف سے چٹانوں پہاڑوں اور کھجور کے گھنے باغات سے گھرا ہوا تھا اور ادھر

سے حملہ آسان نہ تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے صرف شمال کی طرف خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ اسی وجہ سے اس جنگ کو غزوۂ خندق کہتے ہیں، چونکہ اس موقعہ پر صرف ایک دو قبیلے ہی نہیں، بلکہ عرب کے بڑے بڑے گروہ (احزاب) مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے نکل آئے تھے۔ اس لیے اس جنگ کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔

خندق کی کھدائی :

دس دس صحابہ کی ٹولیاں بنا کر کھدائی کا کام فوراً شروع کر دیا گیا۔ آپؐ خود بھی کھدائی میں حصہ لیتے تھے۔ ایک جگہ ایک پتھریلی چٹان آ گئی جو کسی طرح نہ ٹوٹتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کدال لے کر ماری تو چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔

خندق دیکھ کر کفار کی پریشانی :

لشکر کفار نے مدینہ پہنچ کر جب خندق دیکھی تو وہ پریشان ہو گئے۔ عربوں نے خندق کے متعلق کبھی کچھ نہ سنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تین ہزار صحابہؓ کے ساتھ مقابلے کو نکلے۔ پشت کی طرف سے ایک پہاڑ حفاظت کر رہا تھا اور سامنے خندق تھی۔ اس طرح کفار کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور وہ محاصرہ کر کے بیٹھے رہے۔ کفار بڑی کوشش کرتے کہ کسی طرح خندق کو عبور کر سکیں یا اسے بھر دیں لیکن ادھر سے مسلمانوں کی تیر اندازی کے سامنے ان کا بس نہ چلتا تھا۔ ایک دن عمرو بن عبد ود اور عکرمہ بن ابو جہل وغیرہ خندق کے پار آ گئے۔ حضرت علیؓ نے خندق پر پہنچ کر ان کا راستہ بند کر دیا۔ عمرو نے مقابلے کے لیے للکارا۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

یہود کا بنی قریظہ کو بدعہدی پر آمادہ کرنا :

بنو نضیر کا سردار حئی بن اخطب یہود بنو قریظہ کے پاس آیا اور انہیں مسلمانوں کے ساتھ غداری کر کے ان پر شہر کے اندر سے حملہ کرنے کی ترغیب دی تاکہ مسلمان ادھر متوجہ ہوں تو باقی قبائل خندق عبور کر کے آجائیں اور مسلمانوں کو دونوں طرف سے کچل کر رکھ دیں۔ انہوں نے بالآخر انہیں بے وفائی پر آمادہ کر لیا۔

اہل ایمان کی آزمائش :

یہ صورت حال مسلمانوں کے لیے سخت پریشانی کا موجب بنی ۔ صحابہ کرامؓ کے لیے بہت بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ کمزور ایمان والے لوگ تو ڈگمگا گئے لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے آزمائش کی اس گھڑی میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ دن رات خندق کا پہرہ دیتے۔ دشمن کی تیر اندازی کا مقابلہ کرتے ۔ بھوک پیاس سے الگ تنگ تھے ۔ اس صورت حال کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان فرمایا :

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا

(الاحزاب۔ ۱۰۔ ۱۱)

"جبکہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے تھے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ مومنوں کے لیے یہ سخت آزمائش کی گھڑی تھی اور انہیں نہایت شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا تھا۔"

کفار کی ناکامی و پسپائی :

مسلمانوں نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالا۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی جان نثاری اور ثابت قدمی کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ کی فتح و نصرت کا حق دار ثابت کر دیا۔ اسی دوران بنو غطفان کے حملہ آوروں میں سے ایک شخص نعیم بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ان کی کوشش سے مدینے کے اندر والے یہود بنو قریظہ اور باہر کے حملہ آوروں کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ایک رات نہایت سخت طوفان بھیج دیا۔ خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں، کفار کی کھونٹیاں اکھڑ گئیں اور وہ ہوا میں اڑ گئے۔ ہانڈیاں الٹ گئیں چولھے بجھ گئے اور چراغ گل ہو گئے۔ کفار کے حوصلے تو پہلے ہی ٹوٹ چکے تھے اب ان کے دلوں پر خوف اور رعب بھی طاری ہو گیا۔ کڑکڑاتی ہوئی سردی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا بغیر کچھ سوچے سمجھے ہر شخص نے واپس بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ دیکھا دیکھی ہر کوئی میدان چھوڑ کر بھاگ رہا تھا۔ صبح ہوئی تو میدان کفار سے خالی تھا۔ وہ ناکام و نامراد اور غیظ و غضب میں دانت پیستے ہوئے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔

ہمارے لیے سبق :

عزیز بچو! اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ جنگیں کثرتِ تعداد اور بہتر ہتھیاروں کی بنا پر نہیں جیتی جا سکتیں بلکہ آخری فتح صرف حق و انصاف قائم کرنے والوں اور ثابت قدمی سے حالات کا مقابلہ کرنے والوں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس معرکہ میں صحابہ کرامؓ کی جماعت ہر آزمائش پر پوری اتری اور اس نے اپنی جاں نثاری اور ثابت قدمی سے اپنے آپ کو اللہ کی تائید و نصرت کا مستحق ثابت

کر دیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو اپنی تائید و نصرت سے سرفراز فرمایا اور کفار ذلّت و ناکامی کے ساتھ پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔

مشق

1۔ غزوۂ احزاب کا دوسرا نام کیا ہے؟ ان ناموں کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟
2۔ غزوہ احزاب برپا کرنے میں کون سا قبیلہ اور ان کا کون سا سردار سب سے زیادہ سرگرم تھا؟
3۔ قرآنِ کریم نے اس جنگ کے دوران مسلمانوں کی پریشان حالی کا نقشہ کن الفاظ میں کھینچا ہے؟
4۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت کے لیے کس طرح غیبی امداد بھیجی اور اس کا کیا نتیجہ ہوا؟
5۔ فتح و شکست اور آخری کامیابی کا انحصار کن باتوں پر ہے؟
6۔ خالی جگہ پر کریں :
(ا) غزوۂ احزاب میں کفار کے فوجیوں کی کل تعداد...... تھی۔
(ب) خندق کھودنے کا مشورہ...... نے دیا تھا۔
(ج) خندق مدینے کے...... کی طرف کھودی گئی۔
(د) قرآن نے غزوۂ خندق کے لیے...... کا لفظ استعمال کیا ہے۔

صلح حدیبیہ

رسول اللہ ﷺ کا خواب:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو خواب میں دکھایا کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ صحابہ کرامؓ یہ خواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ چھے سال سے ان پر حج و عمرہ اور مسجد حرام کے دروازے بند تھے۔ صحابہ کرامؓ خوشی خوشی سفر کی تیاریاں کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کے ارد گرد کی آبادیوں میں بھی اعلان کرا دیا۔

عمرے کے لیے روانگی:

یکم ذیقعدہ ۶ ہجری چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ عمرے کی نیت سے مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمان مسلح ہو کر نہیں جا رہے تھے۔ معمولی ہتھیار یعنی میانوں کے اندر بند تلواریں ساتھ لے گئے تھے۔ قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ یہ لوگ جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے صرف عمرہ ادا کرنے جا رہے ہیں۔

کفار کا آمادۂ جنگ ہونا:

یہ قافلہ عسفان کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ قریش جنگ کی تیاری کر رہے ہیں اور ارد گرد کے حلیف یعنی دوست قبائل کو جمع کر لیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور

سفر جاری رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ خالد بن ولید نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مسلمانوں کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ ﷺ عام راستہ چھوڑ کر پہاڑی گھاٹیوں میں سے گزرتے ہوئے حدیبیہ میں جا اترے۔

رسول اللہ ﷺ کی صلح کے لیے کوششیں:

قریش کے عزائم دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے بدیل بن ورقاء کے ذریعے قریش کو پیغام بھیجا۔ قریش نے بھی کئی لوگوں کو بات چیت کے لیے بھجوایا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو صلح کی بات چیت کے لیے سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت عثمانؓ نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے کہا آپ بیت اللہ کا طواف کر لیں لیکن حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے طواف کرنا گوارا نہ کیا اور ان کی پیش کش مسترد کر دی۔

بیعتِ رضوان:

قریش نے حضرت عثمانؓ کو مکے میں روک لیا۔ اس سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی کہ میدان چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے اور جان کی بازی لگا دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی، اسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ بیعت مکمل ہو چکی تو اتنے میں حضرت عثمانؓ بھی تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ پس جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، اللہ نے جان لیا"۔

صلح کی طرف پیش رفت :

قریش کو اس کا علم ہوا تو وہ پریشان ہو گئے۔ انہوں نے فوراً سہیل بن عمرو کو صلح کے معاملات طے کرنے کے لیے بھجوایا۔ کافی بحث کے بعد دونوں فریقوں میں صلح نامہ طے پا گیا۔ صلح کا یہ معاہدہ حدیبیہ کے مقام پر لکھا گیا تھا۔ اس لیے اسے "صلح حدیبیہ" کہا جاتا ہے۔ صلح نامہ میں جن باتوں پر اتفاق ہوا، وہ یہ ہیں :۔

صلح حدیبیہ کی شرائط

☆ مسلمان اس سال بیت اللہ کی زیارت کیے بغیر واپس لوٹ جائیں گے۔ انہیں آئندہ سال بیت اللہ کی زیارت کی اجازت ہو گی مگر وہ مکے میں صرف تین دن تک قیام کر سکیں گے۔ وہ اپنے ساتھ صرف تلواریں لا سکیں گے اور یہ تلواریں نیام کے اندر رہیں گی۔

☆ دس سال تک دونوں فریق جنگ بند رکھیں گے اور اس عرصے میں کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

☆ قبائل عرب مسلمانوں یا قریش میں سے کسی فریق کا بھی ساتھ دینے میں آزاد ہوں گے اور جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہو جائے گا اس فریق کا جزو سمجھا جائے گا۔ دوسرا فریق اس کے خلاف کسی جنگی کارروائی میں حصہ نہیں لے گا۔

☆ قریشِ مکہ کا کوئی آدمی اگر بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو وہ اس کو واپس کر دینے کے پابند ہوں گے لیکن مسلمانوں میں سے جو آدمی قریش کے پاس چلا جائے گا قریش اسے

واپس نہیں کریں گے۔

صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کو اچھی نہ لگ رہی تھیں لیکن انہوں نے صبر و تحمل کے ساتھ آپؐ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس صُلح نامہ کو "فتح مبین" قرار دیا ہے جس کا مطلب ہے کھلی فتح۔ بعد کے حالات نے یہ بات عملی طور پر ثابت کر دی۔

"تاریخِ اسلام" کا یہ واقعہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فیصلوں کو خوشی خوشی قبول کرنا چاہیے، اگرچہ یہ فیصلے بظاہر انہیں اچھے نہ بھی لگ رہے ہوں۔ مشکل حالات میں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اور ہر حال میں معاہدے کی پابندی کرنی چاہیے۔

مشق

1۔ رسول اکرم ﷺ کی قیادت میں صحابہ کرامؓ مکے کی طرف کس غرض سے نکلے تھے؟

2۔ "صلح حدیبیہ" کا معاہدہ کن لوگوں کے درمیان ہوا؟

3۔ شہادتِ عثمانؓ کی خبر سن کر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کس بات پر بیعت لی؟ اس بیعت کا نام بتائیں اور اس نام کی وجہ بیان کریں۔

4۔ صلح حدیبیہ کی شرائط بیان کریں۔

5۔ صلح حدیبیہ سے کیا نتائج برآمد ہوئے؟ تفصیل سے لکھیں۔

6۔ تاریخِ اسلام کے اس اہم واقعہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

فتح مکہ

صلح حدیبیہ کی ایک شرط :

صلح حدیبیہ کے معاہدے میں ایک بات یہ لکھی گئی تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ وہ قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہو جائیں یا محمد (ﷺ) کے ساتھ ہو جائیں۔ جو قبیلہ جس فریق کے عہد و پیمان میں داخل ہو جائے گا وہ اس فریق کا ایک حصہ سمجھا جائے گا۔ دوسرا فریق اس کے ساتھ زیادتی یا اس پر حملہ نہ کرے گا۔ معاہدہ حدیبیہ کی اس دفعہ کے تحت بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے تھے اور بنو بکر قریش کے ساتھ مل گئے تھے۔

بنو بکر کا بنو خزاعہ پر حملہ :

بنو بکر اور بنو خزاعہ میں مدتوں سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ صلح حدیبیہ میں شامل ہونے کی وجہ سے اب انہیں جنگ کا خطرہ نہ رہا تھا۔ بنو خزاعہ تو مطمئن ہو گئے لیکن بنو بکر نے مکاری کی اور اپنا پرانا بدلہ لینے کے لئے جنگ کی تیاری جاری رکھی۔ شعبان ۸ ہجری میں بنو بکر نے رات کے اندھیرے میں بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ تیاری نہ ہونے اور بے خبری میں حملہ ہو جانے کی وجہ سے بنو خزاعہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ بنو خزاعہ بھاگ کر پناہ کے لیے حرم میں داخل ہو گئے ۔ حرم میں ہر ایک کے نزدیک جنگ اور خون ریزی منع تھی لیکن بنو بکر نے اس حُرمت کو توڑتے ہوئے حرم شریف میں بھی بنو خزاعہ کو نہ چھوڑا۔

قریش کی بد عہدی :

صلح حدیبیہ کی رُو سے قریش کو اس قتل و غارت گری سے الگ رہنا چاہیے تھا کیونکہ بنو خزاعہ پر حملہ معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی تھی لیکن انہوں نے بنو بکر کو ہتھیار بھی فراہم کیے اور رات کی تاریکی میں قریش کے کچھ آدمی بھی لڑائی میں شریک ہوئے۔ بنو خزاعہ نے فوراً نبی کریم ﷺ کو اطلاع دے کر مدد کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق مدد کا وعدہ فرمایا اور قریش کو معاہدہ یاد دلایا۔ قریش نے غرور و تکبر کے ساتھ یہ صلح نامہ ختم کر دیا۔

قریش کی پشیمانی :

قریش کو اپنی بدعہدی اور اس کے سنگین نتائج کا بہت جلد احساس ہو گیا۔ انہوں نے ابو سفیان کو سفیر بنا کر صلح نامہ حدیبیہ کی تجدید کے لیے بھجوایا۔ ابو سفیان رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور صلح نامہ بر قرار رکھنے کے بارے میں گفتگو کی مگر ناکام لوٹا۔

لشکر کی روانگی اور فتح :

رسول اللہ ﷺ نے رازداری کے ساتھ لشکرِ اسلام تیار کیا۔ ۱۰۔ رمضان المبارک ۸ ہجری کو رسول اکرم ﷺ دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ وادی فاطمہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ہر شخص الگ الگ آگ روشن کرے۔ اس طرح دس ہزار چولھوں کی آگ سے وادی فاطمہ میں روشنی کا سیلاب آ گیا۔ اگلی صبح ۱۷۔ رمضان بروز منگل رسول

اللہ ﷺ نے لشکرِ اسلام ترتیب دیا۔ دائیں پہلو پر خالدؓ بن ولید بائیں پہلو پر زبیرؓ اور پیدل فوج ابو عبیدہؓ کی کمان میں دی۔ اسی روز یہ لشکر مکے میں داخل ہوا۔ قریشِ مکہ مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ ایسی عظیم الشّان فتح کے باوجود آپؐ نے کسی فخر و غرور کا اظہار نہ فرمایا۔ اپنے رب کے سامنے اظہار تشکّر میں سر جھکایا ہوا تھا۔ زبان پر اللہ کی حمد و ثناء کے الفاظ تھے اور آپؐ کی کسی بات سے اپنی بڑائی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا مسجدِ حرام میں داخلہ :

رسول اللہ ﷺ انصارؓ و مہاجرینؓ کے ہمراہ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ بیت اللہ میں 360 بت تھے۔ آپؐ اپنی کمان سے انہیں ٹھوکر لگاتے جاتے اور قرآن کے یہ الفاظ دہراتے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

(بنی اسرائیل۔ 81)

"حق آیا اور باطل بھاگ گیا کوئی شک نہیں باطل تو ہے ہی مٹ جانے والا"

رسول اللہ ﷺ کی ٹھوکر سے بت منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔ آپؐ نے بیت اللہ کی چابی منگوائی اور کھلوا کر اس میں داخل ہوئے۔ اسے بتوں اور تصویروں سے پاک کیا۔ بیت اللہ کا دروازہ بند کر لیا۔ صرف حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ اندر رہ گئے۔ یہاں نماز پڑھی اور اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے اندر کا چکر لگایا۔ دروازہ کھولا تو قریش کا ہجوم سہما ہوا اپنے انجام کا منتظر تھا۔ رسول اکرم ﷺ بیت اللہ کے دروازے میں کھڑے ہو کر قریش مکہ سے مخاطب ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: "قریش کے لوگو! کیا خیال ہے، میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟" انہوں

نے کہا" آپ معزز بھائی ہیں اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔" رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی، آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ جاؤ، تم آزاد ہو۔"

مشق

1۔ قریش نے صلح حدیبیہ کی کون سی دفعہ کی خلاف ورزی کی تھی؟

2۔ قریش کو اس بد عہدی پر کس بات کا احساس ہوا؟ پھر انہوں نے کیا کیا؟

3۔ رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد کعبے کے دروازے پر کھڑے ہو کر کیا ارشاد فرمایا؟

4۔ خالی جگہ پر کریں:-

(ا) میں آج تم سے وہی بات کہتا ہوں جو...... نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی۔

(ب) قریش نے تجدیدِ صلح کے لیے...... کو سفیر بنا کر بھیجا۔

(ج) بنو بکر نے...... کے آدمیوں کو مسجد حرام میں بھی قتل کیا۔

5۔ صرف ایک جملے میں جواب دیجیے۔

(ا) بیت اللہ کے اندر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون کون رہ گیا تھا؟

(ب) رسول اللہ ﷺ نے کس جگہ کھڑے ہو کر قریش کے لیے عام معافی کا اعلان فرمایا؟

(ج) لشکرِ اسلام کس طرح مکے میں داخل ہوا؟

خُطبہ حجّۃُ الوَداع

حجتہ الوداع:

فتح مکہ کے بعد اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور عرب کے قبائل تیزی سے اسلام قبول کرنے لگے۔ ہجرت کے دسویں سال آپؐ نے حج کے ارادے کا اعلان فرمادیا۔ عرب کے گوشے گوشے سے مسلمان مدینے پہنچنے لگے۔ ذی قعدہ کے آخری ہفتے میں رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز کے بعد کوچ فرمایا۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب مسلمان آپؐ کے ساتھ تھے۔ ۹ذی الحجہ کو آپؐ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبے کے اہم نکات:

آپؐ نے فرمایا:

☆ لوگو! میری بات توجّہ سے سنو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد تم سے اس مقام پر کبھی مل سکوں گا یا نہیں۔

☆ لوگو! اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانتے رہو۔ تم میں سے اللہ

کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ گورا کالے سے افضل ہے، نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

☆ تمہارا خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔

☆ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ کے تمام سود ختم کرتا ہوں۔

☆ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

☆ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

☆ لوگو! یاد رکھو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ لہٰذا اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا، اپنے رب کے گھر کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا۔ ایسا کرو گے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

☆ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میرا یہ پیغام ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے۔ تو تم لوگ کیا کہو گے؟"

صحابہؓ نے کہا:

"ہم شہادت دیں گے کہ آپؐ نے پیغام پہنچا دیا ہے اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا ہے۔"

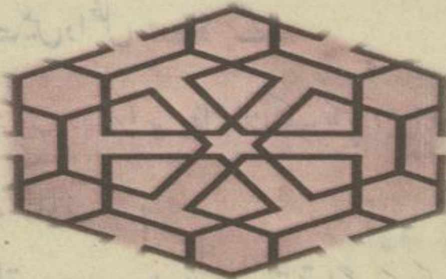
یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا۔ اے اللہ! گواہ رہنا۔

جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ:3)

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور اسلام کو تمہارے لیے دین کے طور پر پسند کر لیا۔"

اس کے چند ماہ بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔



مشق

1۔ فتحِ مکہ سے اسلام کی اشاعت پر کیا اثر پڑا؟

2۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فضیلت کی بنیاد کس چیز کو قرار دیا؟

3۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ کون سی دو چیزیں بتائیں جن کے ذریعے گمراہی سے بچا جاسکتا ہے؟

4۔ آخری حج کے موقع پر جو آیت نازل ہوئی اس کا ترجمہ بیان کریں۔

5۔ خالی جگہ پر کریں :-

(ا) سب سے پہلے میں اپنے.......... کا سود ختم کرتا ہوں۔

(ب) میرے بعد کوئی.......... نہیں۔

(ج) عورتوں کے بارے میں.......... سے ڈرو۔

(د) فتحِ مکہ کے بعد عرب قبائل تیزی سے.......... قبول کرنے لگے۔

6۔ مختصر جواب دیں جو ایک جملے سے زیادہ نہ ہو :

(ا) رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے کون سے سال حج کے ارادے کا اعلان فرمایا؟

(ب) حجتہ الوداع کے موقع پر کتنے مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے؟

(ج) آپؐ نے خطبہ کس تاریخ کو ارشاد فرمایا تھا؟

(د) جو لوگ وہاں موجود نہ تھے ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے سامعین کو کیا ہدایت فرمائی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ آخرت

دینی مقاصد کی تکمیل :

دینِ اسلام عرب میں پھیل گیا اور یہاں اللہ تعالیٰ کی حکمرانی کا نظام قائم ہو گیا۔ پوری دنیا میں اسلام پھیلانے اور غالب کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی ایک عظیم الشّان جماعت تیار ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجے گئے تھے وہ پورا ہو چکا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اشارے ملنے شروع ہو گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ آخرت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ حجتہ الوداع کے خطبے میں آپؐ نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ آپؐ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ اس سال آپؐ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ اس سال جبریلؑ نے آپؐ کے ساتھ دو مرتبہ قرآنِ کریم کا دور کیا جبکہ پہلے ہر سال صرف ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے۔ اسی دوران سورہ النصر نازل ہوئی۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جب اللہ کی نصرت اور فتح نصیب ہو گئی ہے۔ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے ہیں۔ تم اللہ کی تعریف و تسبیح میں لگ جاؤ اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ اس سے آپؐ نے بھی سمجھ لیا اور حضرت ابو بکرؓ جیسے قریبی ساتھی نے بھی سمجھ لیا کہ اللہ کی طرف سے بُلاوا قریب ہے۔

آغازِ مرض اور شدتِ مرض :

صفر ۱۱ ہجری کی آخری تاریخوں میں آپؐ ایک جنازے کے ساتھ بقیع کے قبرستان گئے۔

واپسی پر راستے ہی میں سر درد اور بخار شروع ہو گیا۔ آپؐ کی اور ملنے والوں کی سہولت کے خیال سے ازواج مطہراتؓ نے مناسب سمجھا کہ آپؐ حضرت عائشہؓ ہی کے مکان میں قیام فرمائیں اور رسول اللہ ﷺ کی خواہش بھی یہی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے آخری ایام حضرت عائشہؓ ہی کے ہاں گزارے۔ وفات سے پانچ دن پہلے تکلیف بڑھ گئی اور بے ہوش ہو گئے۔ آپؐ نے مختلف کنوؤں کا پانی منگوا کر جسم پر ڈلوایا۔ طبیعت ذرا ٹھیک ہو گئی تو مسجد میں تشریف لے گئے۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور فرمایا: "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی مار کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ تم میری قبر کو اس طرح بت نہ بنا لینا"۔

پھر فرمایا: "ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت میں سے جو کچھ چاہے لے لے۔ یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے۔ اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز کو اختیار کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ رونے لگے۔ اگلے دن جمعرات کو مغرب تک خود نماز پڑھاتے رہے لیکن عشاء کی نماز کے لیے بار بار کوشش کے باوجود اٹھ نہ سکے۔ بالآخر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جماعت کی امامت کے لیے کہلوا بھیجا۔ آپؐ کے مرض الموت کے دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نمازوں کی امامت کرائی۔

دنیا میں آخری دن :

رسول اللہ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا، وفات سے ایک دن پہلے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حیات مبارکہ کے آخری دن فجر کے وقت حجرے کا پردہ ہٹایا۔ صحابہ کرامؓ صفیں باندھے حضرت ابو بکرؓ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر تبسّم فرمایا اور پھر پردہ گرا لیا۔ اس کے بعد آپؐ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔

ذرا دن چڑھا تو اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بلوایا۔ ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ رونے لگیں۔ دوبارہ پھر سرگوشی میں کچھ کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔ بعد میں حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا میں اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا۔ اس پر میں رونے لگی تھی۔ دوسری دفعہ فرمایا تھا کہ اہل و عیال میں میرے بعد سب سے پہلے تم مجھ سے آملو گی تو میں ہنسنے لگی۔ آپؐ کی تکلیف دیکھ کر حضرت فاطمہؓ نے کہا: ہائے "ابا جان کی تکلیف"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارے والد پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہ آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر پیار کیا۔ ازواج مطہراتؓ کو بلا کر انہیں نصیحت کی۔ صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی کہ نماز میں کوتاہی نہ کرنا، ماتحتوں اور زیر دستوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔

وصالِ مبارک:

آخری وقت حضرت عائشہؓ نے اپنی گود میں سہارا دیا۔ آپؐ نے اچھی طرح مسواک کی۔ سامنے کٹورے میں پانی رکھا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈبو کر چہرہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے "لا الٰہ الا اللہ" مسواک سے فارغ ہوتے ہی ہاتھ اٹھایا۔ نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور فرمایا "اے اللہ مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم کر"۔ تین بار فرمایا "اے اللہ' رفیق اعلیٰ" اس کے ساتھ ہاتھ ڈھلک گیا اور آپؐ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ واقعہ 12 ربیع الاول ۱۱ ہجری کو پیش آیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ یہ خبر مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں فوراً پھیل گئی۔ مسلمانوں پر گویا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ صحابہ کرامؓ نڈھال تھے۔ اکثر کو اس بات پر یقین نہ آتا تھا۔ اگلے دن آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ، ان کے بیٹے حضرت فضلؓ، حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ وغیرہ نے جسدِ اطہر کو غسل دیا۔



حضرت طلحہؓ نے آپؐ کی آخری آرام گاہ اسی جگہ تیار کی جہاں آپؐ کا وصال ہوا تھا۔ دس دس صحابہؓ حجرے میں آتے اور نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے۔ رات کے درمیانی حصے میں رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

موت کی حقیقت :

قرآن مجید نے موت کی حقیقت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے ۔

"محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو گزرے ہیں۔ کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم ایڑیوں کے بل واپس پلٹ جاؤ گے؟ آل عمران: ۱۴۴، یعنی دین اسلام چھوڑ کر دوبارہ کافر ہو جاؤ گے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کی ڈھارس بندھانے کے لیے یہ آیت تلاوت کی تو اس کے بعد ہر صحابی کی زبان پر یہی آیت جاری ہوگئی۔ اور پھر صحابہ کرامؓ نے نہایت صبر و تحمل کے ساتھ یہ صدمہ برداشت کیا۔

مشق

1۔ آپؐ کی رحلت سے چند دن پہلے کے واقعات اور ارشادات اپنے الفاظ میں مختصراً بیان کریں۔

2۔ زندگی کے آخری ایام میں رسول اللہ ﷺ کس زوجہ محترمہ کے حجرے میں ٹھہرے ؟

3۔ رحلت کے وقت آپؐ کی عمر مبارک کیا تھی ؟

4۔ بیماری کے آخری دنوں میں آپؐ نے اپنی جگہ نماز باجماعت کی امامت کے لیے کس کو حکم دیا؟

5۔ خالی جگہ پر کریں :-

(ا) ہر ایک کو موت کا .... چکھنا ہے۔

(ب) حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے آخری .... ہیں۔

(ج) رسول اللہ ﷺ نے یہ .... دیکھ کر تبسّم فرمایا اور پردہ گرایا۔

(د) آپؐ نے پہلی بار حضرت فاطمہؓ کے کان میں فرمایا کہ میں اس دارِ فانی سے .... کر رہا ہوں۔

منافقت سے اجتناب

منافقت کا مفہوم:

ایک آدمی کے دل میں ایک بات ہو اور منہ پر دوسری بات، تو ایسے آدمی کو منافق کہتے ہیں اور ایسے کام کو منافقت۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کہے، اس کے مطابق عمل نہ کرے، اس کا ظاہر اور باطن ایک نہ ہو، اس کی زبان پر کچھ ہو اور دل میں کچھ اور ہو۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "تم ایسی بات کیوں کہتے ہو، جسے تم کرتے نہیں۔" منافق نہ تو دنیا میں کامیاب ہوتا ہے اور نہ ہی آخرت میں!

منافق اور کافر میں فرق:

منافق کافر سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔ کافر اپنا کفر ظاہر کر دیتا ہے لیکن منافق کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔ وہ اپنی بے ایمانی کو چھپانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ نقصان دہ ثابت

ہو سکتا ہے۔ منافق پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا آدمی بڑا خود غرض ہوتا ہے۔ اگر اسے کافروں کا ساتھ دینے میں فائدہ دکھائی دیتا ہے تو وہ ان کا ساتھ دیتا ہے اور اگر مسلمانوں سے فائدے کی امید ہو تو ان کے ساتھ آ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منافقت کرنے والے دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں کوئی بھی انہیں اعتبار کے قابل نہیں سمجھتا۔ ان کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے کہ "منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے"۔

منافق کی خصلتیں:

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی میں تین خصلتیں ہوں وہ پکا منافق ہے چاہے وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہے۔

(1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے

(2) جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے

(3) جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے منافق کی ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی کہ جب کسی سے بحث مباحثہ کرے تو گالیاں دینے پر اتر آئے۔

چاروں باتیں انسان کے لیے انتہائی تباہ کن ہیں۔ جھوٹ حقیقت میں سچ اور حق بات کو چھپانے اور اس کی جگہ غلط بات کہنے کا نام ہے۔ جس کے بارے میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ انسان کو ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اس لیے جب اس کی حقیقت کھل جاتی ہے تو انسان لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ وعدہ خلافی کرنے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایسے آدمی کا کوئی دین نہیں۔ امانت میں خیانت

کرنے والے کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ ایسے آدمی کا کوئی ایمان نہیں اور جو آدمی گالیاں دیتا ہے اس کو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فاسق کہا ہے۔

ہمارے لیے سبق :

پیارے بچو! منافقت بہت بری خصلت ہے۔ اس سے دور رہنا چاہیے اور اپنی پوری زندگی میں سچائی، دیانت داری اور ایمان داری سے کام لینا چاہیے۔ سچائی اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان ظالم اور جابر حکمران کے سامنے حق بات کہہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو منافقت سے بچائے اور حق اور سچ بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مشق

1۔ منافقت کسے کہتے ہیں؟
2۔ رسول اللہ ﷺ نے منافق کی کون کون سی نشانیاں بتائی ہیں؟
3۔ منافق کا انجام کیا ہوتا ہے؟
4۔ دنیا میں منافق کے بارے میں لوگوں کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

وعدے کی پابندی

ایفائے عہد کی تاکید :

اسلام میں وعدے کی پابندی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: 34)

"اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" (المائدہ : ۱)

یعنی : "اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو"۔

وعدے کی پابندی کا مفہوم :

عام طور پر "وعدے کی پابندی" سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم اپنے آپس کے معاملات میں ایک دوسرے سے جو وعدے کرتے ہیں انہیں پورا کریں یقیناً ان وعدوں کی پابندی بھی ضروری ہے۔ لیکن اسلام میں وعدے کا مفہوم صرف یہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ تمام عہد و پیمان بھی ہیں جو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے لیے ان کے ساتھ کر رکھے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے :

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

یعنی: "اور اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و قرار کو پورا کرو۔ یہی وہ چیز ہے جس کا تمہیں حکم دیا گیا۔ اس طرح امید ہے کہ تم نصیحت حاصل کرلو گے۔" (انعام۔152)

کلمہ طیبہ کے اقرار کے ذریعے ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اطاعت کا عہد کرتے ہیں۔ اس عہد کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات کی پابندی کریں۔

باہمی معاملات میں عہد کی پابندی اتنی اہم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَادِیْنَ لِمَنْ لَاعَهْدَ لَهٗ یعنی: "جو شخص عہد کی پابندی نہیں کرتا اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔"

ہمارے لیے سبق:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ عہد کی پاس داری کی۔ یہاں تک کہ کفار سے بھی آپؐ نے جتنے معاہدے کیے ان کی پابندی کی۔ عہد کی پابندی میں آپؐ کو اگر کوئی نقصان بھی اٹھانا پڑا تو آپؐ نے گوارا کیا لیکن عہد کو نہیں توڑا۔ ہم اکثر اوقات جو وعدے کرتے ہیں، انہیں پورا نہیں کرتے۔ کسی جگہ پہنچنے کا وعدہ، کسی خاص وقت پر کوئی کام کرنے کا وعدہ، کسی کی مدد کرنے کا وعدہ، کسی سے ملاقات کا وعدہ، کسی مجلس میں شرکت کرنے کا وعدہ، ایسے بہت سے وعدے ہم روزمرہ کرتے ہیں لیکن ان کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس سے دوسروں کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور ہمارے متعلق لوگوں کی رائے بھی خراب ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنے قول و قرار میں سچے ہوں تو اس سے دوسرے کا ہم پر اعتماد قائم رہے گا، معاشرے میں ہمارا احترام کیا جائے گا اور کاروبار ترقی پائے گا۔ ہمارے سارے کام بھی وقت پر اور آسانی سے ہوتے رہیں گے۔ اور ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہوں گے۔



مشق

1۔ کلمہ طیبہ کے اقرار کے ذریعے ہم کس بات کا عہد کرتے ہیں ؟

2۔ اللہ تعالیٰ نے عہد کی پابندی کے متعلق جو ہدایات دی ہیں ان میں سے کوئی ایک بیان کریں۔

3۔ روزمرہ زندگی میں وعدے کی پابندی کی کچھ صورتیں بیان کریں۔

4۔ خالی جگہ پُر کریں :-

(الف) منافق جب بات کرتا ہے تو............بولتا ہے۔

(ب) جو عہد کی پابندی نہیں کرتا اس کا کوئی............ نہیں۔

(ج) اللہ اپنے وعدے کے .... نہیں کرتا۔

(د) عہد کی پابندی کے متعلق آخرت میں............ جائے گا۔

بُرد باری

مفہوم :

بُردباری کا مطلب یہ ہے کہ ہم ٹھنڈے دل ودماغ سے کام لیں جلد بازی نہ کریں، مصیبت کے وقت صبر کریں، کوئی شخص زیادتی یادل دکھانے کی بات کرے تو نہ بدلہ لیں اور نہ شکوہ شکایت کریں، ناگوار باتوں کو حوصلہ مندی سے برداشت کریں اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں۔ بُردباری اور تحمل زندگی میں کامیابی کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جانے والے لوگوں کو زندگی میں سکون نصیب نہیں ہوتا۔

اہمیت :

آخرت کی کامیابی کے لیے بھی بردباری ایک لازمی صفت ہے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو غصے کو قابو میں رکھنے والے ہیں اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کر دینے والے ہیں"۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص باوجود قدرت کے غصے کو ضبط کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سب کے سامنے بلا کر خاص انعام عطا فرمائے گا"۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات :

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: "تمہارے اندر دو باتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے ایک یہ کہ تم بردباری سے کام لیتے ہو اور دوسری یہ کہ تم جلدبازی نہیں کرتے"۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پہلوان وہ نہیں جو مخالف کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے"۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تم کو ایسے شخص کے بارے میں نہ بتادوں جو دوزخ کی آگ پر حرام ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے یہ وہ شخص ہے جو مزاج کا تیز نہ ہو، نرم خو ہو اور لوگوں کے قریب آنے والا ہو۔" خود رسول کریم ﷺ نہایت نرم خو اور بردبار طبیعت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس مزاج کو اپنی خصوصی رحمت سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "(اے پیغمبر) یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہو۔ اگر آپؐ ترش رو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپؐ کے گرد جمع نہ ہوتے، پس آپؐ انہیں معاف کردیجئے"۔ (آل عمران)۔

رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا "میں اپنے خادم کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں؟" آپؐ خاموش رہے۔ اس نے دوسری دفعہ پھر پوچھا تو آپؐ نے فرمایا "ایک دن میں ستر بار"۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؐ اہلِ اسلام میں کس قدر تحمل اور بردباری پیدا کرنا چاہتے تھے۔

مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ کے سامنے بعض اوقات بعض لوگ آپؐ کے ساتھ گستاخی سے پیش آتے۔ صحابہؓ برداشت نہ کرسکتے لیکن آپؐ انہیں روک دیتے۔ بعض اوقات بچے بھی ناسمجھی میں بے تکلفی کرجاتے۔ آپؐ خفا نہ ہوتے بلکہ کوئی ایسی بات کہہ دیتے کہ انہیں خود اپنی غلطی کا احساس ہوجاتا۔

مشق

1۔ بُردباری سے کیا مراد ہے؟

2۔ بردباری کے متعلق قرآنِ پاک میں دی گئی ہدایات میں سے کسی ایک کا ذکر کیجیے۔

3۔ بُردباری کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جو ہدایات دی ہیں ان میں سے کوئی دو ہدایات بیان کریں۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے بردباری کی کوئی مثال بیان کریں۔

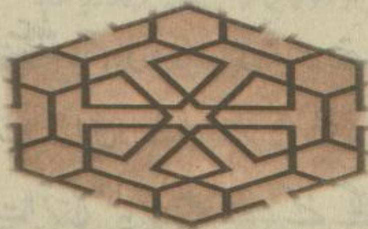
5۔ ہر سوال کا صِرف ایک جُملے میں جواب دیں۔

(الف) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب کے سامنے بلا کر خاص انعام کسے دے گا؟

(ب) اللہ تعالیٰ کیسے لوگوں کو پسند کرتا ہے؟

(ج) رسول اللہ ﷺ نے حقیقی پہلوان کسے قرار دیا ہے۔

(د) اللہ تعالیٰ نے کس بات کو رسول اللہ ﷺ کے حق میں اپنی رحمت قرار دیا؟



رحم دلی

رحم دلی انسان کی اچھی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بھی اپنی مخلوق پر رحم کرتا ہے اور بندوں کو بھی اس بات کی تاکید فرماتا ہے کہ وہ رحم دلی اختیار کریں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفت خود ہی انسانوں کے دل میں رکھ دی ہے۔ اس لیے جو شخص رحم دل ہوتا ہے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اور اسے پسند کرتے ہیں۔

ایک مسلمان جب بھی کوئی کام شروع کرتا ہے تو بسم اللہ پڑھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی جن دو صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس کے رحم کا اظہار کرنے والی ہیں۔ یعنی رحمٰن اور رحیم۔ رحم کی صفت اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام صفات پر حاوی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ یعنی: "میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے" اور نبی اکرم ﷺ کی صفات میں سے بھی رحمۃ للعالمین ایک اہم صفت ہے یعنی تمام جہانوں کے لیے رحمت۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (وہ مومنوں پر شفیق ہیں اور رحم کرنے والے ہیں) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رحم دلی ایک اچھی صفت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات:

ہمارے پیارے رسول ﷺ رحم دلی کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپؐ سب پر رحم فرماتے اور کسی کے ساتھ سختی نہ کرتے تھے۔ آپؐ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے بدلہ نہ لیا۔ آپؐ نے ایک دفعہ حضرت حسنؓ کو پیار کیا۔ حضرت اقرعؓ پاس بیٹھے تھے۔ کہنے لگے میرے دس بچے ہیں مگر میں ان

سے کبھی پیار نہیں کرتا۔آپؐ نے فرمایا: ”جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا“ آپؐ یتیموں پر رحم فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ”جس شخص نے یتیم کے سر پر صرف اللہ کے لیے ہاتھ پھیرا تو ہر بال کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی۔“ آپؐ نے بیوہ عورتوں کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنے بہت قریب ہونے کی خوشخبری سنائی۔ غلاموں کے متعلق ہدایت فرمائی کہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لو۔آپؐ نے فرمایا جو خود کھاؤ وہ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں بھی پہناؤ۔

رسول اللہ ﷺ کی رحم دلی کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ جانوروں کی تکلیف دیکھ کر بھی بے چین ہو جاتے تھے۔ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں اور پیٹ کمر سے جالگا تھا۔آپؐ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے دیکھا کہ ایک گدھے کا چہرہ گرم لوہے سے داغا گیا ہے۔ فرمایا: ”وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جس نے بے رحمی کا یہ کام کیا ہے۔“ آپؐ نے رحم دلی کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے ایک بد چلن عورت کی مثال بیان فرمائی کہ ایک موقع پر اس نے ایک پیاسے کتے کو بڑی محنت سے اپنی اوڑھنی اور جوتے کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکال کر پلایا۔ اللہ نے اس رحم دلی کی بنا پر اس کی بخشش کا سامان کر دیا۔ اس پر لوگوں نے پوچھا کیا جانوروں کے سلسلے میں بھی ثواب ہے؟ فرمایا: ”ہر جاندار کے سلسلے میں اجر ہے۔“ اسی طرح آپؐ نے ایک عورت کا واقعہ بیان فرمایا: ”جس کو اس لیے عذاب میں ڈالا گیا کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا باندھ کر مار دیا تھا۔“

پیارے بچو! ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ خود بھی انسانوں، بچوں، یتیموں، بیواؤں حتیٰ کہ جانوروں پر بھی رحم فرماتے ہیں اور ہر کسی کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ نبوت سے پہلے کی بات ہے کہ ایک شخص اپنے غلام کو مار پیٹ رہا تھا۔آپؐ نے اسے منع کیا لیکن اس نے کہا

تمہارا اس سے کیا مطلب ؟ یہ میرا نوکر ہے۔ آپؐ ساری رات اس کی وجہ سے بے چین رہے۔ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا تو آپؐ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ اگلے دن اُسے خرید کر آزاد کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کی صفت بھی قرآن مجید نے یہ بیان فرمائی کہ وہ "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" یعنی آپس میں بہت مہربان تھے۔ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والوں میں سے اچھے لوگوں کی صفت قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ ان کے دل میں رحم اور نرمی تھی۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی کا سلوک کریں اور دوسری تمام مخلوق کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور آخرت میں بھی اجر عطا فرمائے گا۔

مشق

1۔ رحم دلی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا حکم دیا ہے ؟
2۔ رسول اللہ ﷺ کی رحم دلی کا کوئی واقعہ بیان کریں۔
3۔ اپنی زندگی سے رحم دلی کا کوئی واقعہ بیان کریں۔
4۔ قرآنِ کریم نے رحم دلی کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی کیا صفت بیان کی ہے ؟

عفو و درگزر

عفو و درگزر کا مفہوم :

عفوودرگزر کا مطلب ہے کسی کی غلطی پراس سے بدلہ نہ لینا۔ بلکہ اس کی غلطی کو نظر انداز کردینا۔ ہم سب سے روزانہ غلطیاں اور قصور سرزد ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں فوری سزا نہیں دیتا بلکہ ہمیں توبہ کرنے اور معافی مانگنے کا موقعہ دیتا ہے اور جب ہم سچے دل سے معافی مانگ لیتے ہیں تو ہمیں معاف فرمادیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے معافی کا راستہ کھلا نہ ہوتا تو ہم کسی طرح عذاب اور برے انجام سے نہ بچ سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ہماری امید بندھائی ہے کہ : "وہی ہے جو اپنے بندوں کی طرف سے (ان کی) توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں (اور گناہ) سے درگزر فرماتا ہے"۔ (الشوریٰ :25)

عفو و درگزر کا حکم :

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عفوودرگزر کا سبق دینے کے لیے نہایت خوبصورت اور دل پر اثر کرنے والا انداز اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: "اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ عفوودرگزر سے کام لیں۔ کیا تم (خود اپنے لیے) یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کردیا کرے"۔ (نور :22)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، کبھی کسی سے انتقام نہ لیا۔ ہاں اگر اللہ کی کسی حد کو توڑا جاتا تو آپؐ اللہ کے لیے ضرور سزا دیتے۔

سفرِ طائف :

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی عفوودرگزر کا بہترین نمونہ یعنی "اسوۂ حسنہ" تھی۔ گیارہ بارہ سال کی محبت بھری تبلیغ کے باوجود مکے والوں نے اسلام کی دعوت قبول نہ کی بلکہ آپؐ کو بہت تکلیفیں دیں لیکن آپؐ نے کبھی ان کے لیے بددعا نہیں کی۔ آپؐ نے طائف کا سفر کیا کہ شاید وہاں کے لوگ اسلام قبول کرلیں۔ وہاں کے سرداروں اور دوسرے لوگوں کو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ آخر میں اس قدر سنگ دلی اور بے رحمی کا مظاہرہ کیا کہ اوباش لوگ اور شرارتی لڑکے آپؐ کے پیچھے لگا دیے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کو پتھر مارتے تھے اور آپؐ کا مذاق اڑاتے تھے۔ آپؐ زخموں کی تکلیف اور تھکاوٹ سے بیٹھ جاتے تو کھڑا کردیتے۔ آپؐ سخت زخمی ہوگئے۔ خون بہ بہ کر پاؤں تک پہنچ گیا۔ فرشتے نے آکر کہا کہ میں ان ظالموں کو پہاڑ گرا کر تباہ کر دوں۔ فرمایا: "مجھے امید ہے کہ ان کی نسلیں ایمان لے آئیں گی"۔ بددعا کے لیے کہا گیا تو فرمایا: "اے اللہ! تو انہیں ہدایت عطا فرمادے۔ یہ جانتے نہیں"۔ یہ عفوودرگزر کی بہت بڑی مثال ہے۔

فتحِ مکہ کے موقعے پر عفوودرگزر کی عظیم الشّان مثال :

فتحِ مکہ کے موقع پر بھی ہم رسول اللہ ﷺ کے عفوودرگزر کے بے مثال کردار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کون سا ایسا ظلم تھا جو اہلِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں پر نہ کیا۔ حتیٰ کہ آپؐ کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے مدینے میں بھی آپؐ کو چین نہ لینے دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ اسی مکے میں فاتح بن کر داخل ہوئے تو آپؐ پر ظلم کرنے والے آپؐ کے سامنے مجرم کے

طور پر کھڑے تھے۔آپؐ نے سب کو معاف فرما دیا اور کسی سے کوئی بدلہ نہ لیا۔ عفوودرگزر کی ایسی شاندار مثال ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔

پیارے بچو! ہم مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہم پر فرض ہے۔رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔مسلمان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اسی پر عمل کریں اور عفوو درگزر کو اختیار کریں۔اس طرح دنیا میں بھی عزت واحترام اور محبت ملے گی اور آخرت میں بھی ہم کامیاب ہوں گے۔

مشق

1۔ عفوودرگزر سے کیا مراد ہے؟

2۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے عفوودرگزر کی ایک مثال پیش کیجئے۔

3۔ خالی جگہ پر کیجیے:۔

(ا) مکہ فتح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کو............ کردیا۔

(ب) اللہ تعالیٰ ہماری............ قبول فرماتا ہے۔

(ج) رسول اللہ ﷺ کی زندگی عفوودرگزر کا............ تھی۔

(د) آپؐ نے طائف والوں کے لیے بددعا کرنے کی بجائے ان کے لیے............ کی دعا فرمائی۔

اِسلامی اُخوّت

مفہوم :

ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکے سے آنے والے مہاجرینؓ اور مدینے کے باشندوں یعنی انصارؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا تھا۔ اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی قرار دے دیا تھا۔ اس کا نام مواخات یعنی بھائی چارہ رکھا گیا تھا۔ اخوت کے لفظی معنی بھائی بھائی ہونے کے ہیں۔ کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا ہر شخص ایک دوسرے کا بھائی بن جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے : "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" یعنی : "یقیناً ایمان لانے والے (آپس میں) بھائی بھائی ہیں"۔

اہمیت :

اسلامی اخوت کا رشتہ خون کے رشتے سے زیادہ مضبوط رشتہ ہے۔ اسلام رنگ و نسل اور زبان کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان فرق نہیں کرتا بلکہ وہ ایمان کی بنیاد پر دنیا کے سارے انسانوں کو بھائی بھائی بناتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ایک آزاد شدہ حبشی غلام حضرت بلالؓ کو 'میرے آقا میرے سردار' کہہ کر پکارتے تھے۔ اور سلمان فارسیؓ کو نبی اکرم ﷺ اپنے اہل بیت کا ایک فرد قرار دیتے تھے۔ اس کے برعکس آپؐ کے قریبی رشتہ داروں میں سے بھی



جو لوگ ایمان سے محروم رہے انہیں آپؐ کی بارگاہ میں کوئی جگہ نہیں ملی اور آخرت میں بھی وہ دوزخ میں ہوں گے۔

اس بھائی چارے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سچے دل سے ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں۔

آپؐ نے فرمایا:

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا۔ اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے اس کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور کرے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "ایک آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے۔" حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

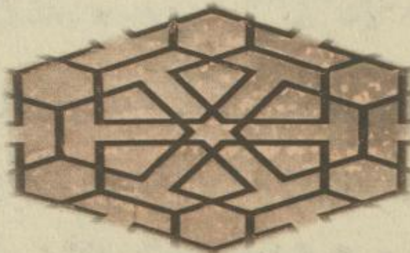
اسلامی اخوت اللہ کی نعمت:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا جو رشتہ قائم فرمایا ہے اسے اپنی ایک نعمت اور احسان قرار دیا ہے۔ فرمایا: "تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ تمہارے درمیان الفت پیدا فرمائی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے"۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ تم دنیا

بھر کی دولت خرچ کر کے بھی ان کے دلوں میں یہ الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اس لیے اس نے تمہارے درمیان محبت پیدا فرما دی۔

فوائد و ثمرات :

مسلمانوں کی قوت، خوشحالی اور ترقی کا راز ان کی اس اسلامی اخوت ہی میں پوشیدہ ہے۔ اگر ان کے دل محبت اور بھائی چارے کے رشتے میں پروئے رہے تو یہ دنیا میں اپنا مقام حاصل کر لیں گے لیکن اگر ان میں پھوٹ پڑ گئی تو دنیا میں ان کی حیثیت کچھ نہیں رہے گی۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اس کی جان، مال اور آبرو کو نقصان نہ پہنچائیں بلکہ ان کی حفاظت کریں۔ اس کی خیر خواہی کریں۔ اس کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آئیں۔ اگر مسلمان بھائیوں میں کوئی ناراضگی یا جھگڑا ہو جائے تو ان میں صلح کرا دیں۔ اور ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے دعا کریں۔





مشق

1۔ اسلامی اخوت سے کیا مراد ہے؟

2۔ مسلمانوں کی باہمی اخوت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے کسی ایک کو بیان کیجئے۔

3۔ اسلامی اخوت کے تقاضے کیا ہیں، کوئی سے دو تقاضے لکھیں۔

4۔ اسلامی اخوت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات تحریر کریں۔

5۔ خالی جگہ پر کریں:

(ا) کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والا ہر شخص .... کا فرد بن جاتا ہے۔

(ب) مومن آپس میں .... ہیں۔

(ج) اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرو جو .... لیے کرتے ہو۔

(د) اسلامی اخوت ہی میں مسلمانوں کی .... کا راز پوشیدہ ہے۔

آدابِ ملاقات

میل ملاقات کی اہمیت :

اسلام نے کسی اچھے مقصد کے لیے ملاقات کرنے کو نیکی قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے کسی کی بیمار پرسی کی یا اپنے بھائی کی ملاقات کو گیا تو ایک پکارنے والا کہتا ہے : تم اچھے، تمہارا آنا اچھا، تم نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ملاقات کسی نیک مقصد کے لیے، نیکی سمجھ کر اور ثواب کی امید کے ساتھ کی جائے۔ اسلام نے ملاقات کے سلسلے میں بھی مناسب اور تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ ملاقات کے چند آداب ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :

ملاقات کے چند آداب :

☆ ملاقات اچھے لوگوں سے کی جائے۔ ملاقات کے لیے پہلے اجازت لی جائے۔ تین دفعہ بلانے پر بھی جواب نہ آئے تو واپس ہو جائیں۔ اگر کوئی شخص مصروف ہو، سو رہا ہو یا کسی اور وجہ سے اس وقت نہ مل سکتا ہو تو بھی واپس چلے جائیں۔

☆ قرآن نے آرام کے تین اوقات مقرر کیے ہیں۔ جن کے دوران میں گھر کے لوگوں اور بچوں کو بھی کسی کے کمرے میں جانے کی اجازت نہیں :

(1) فجر کی نماز سے پہلے (2) دوپہر کے وقت اور (3) عشاء کی نماز کے بعد (النور : 58)

باہر والوں کو بھی چاہیے کہ آرام کے ان اوقات میں کسی سے ملنے نہ آئیں۔ اور یہ بات بھی دوسروں کے آرام اور سہولت کے لحاظ سے مناسب ہے کہ ملاقات کا وقت پہلے سے مقرر کر لیا گیا ہو۔ ملاقات میں کوئی بات رازداری کے انداز میں ہوئی ہو تو اسے دوسرے پر ظاہر نہ کیا جائے۔

☆ ملاقات اچھے ماحول میں کی جائے۔ چہرے پر مسکراہٹ ہو تو یہ بھی صدقہ (نیکی خیرات) کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کے پاس کوئی شخص ملاقات کے لیے آئے اسے بھی چاہیے کہ کھلے دل سے خوش آمدید کہے اور اپنی حیثیت کے مطابق اس کی تواضع کرے۔ ملاقات کے وقت سب سے پہلے سلام کیا جائے۔ (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) اور مخاطب اس کا جواب دے۔ یہ آپ کی طرف سے اپنے بھائی کے لیے سلامتی کی دعا ہے۔ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور ہاتھ ملانے (مصافحہ) سے یہ محبت اور بڑھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو۔ اس طرح آپس میں محبت پیدا ہو گی۔ اس لیے اگر ممکن ہو سکے تو بچوں وغیرہ کے لیے کچھ تحفے بھی ساتھ لے جائیں۔

ملاقات ختم کرتے وقت اللہ کی پاکی اور حمد و ثناء بیان کی جائے۔ بات چیت میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اللہ سے اس کی معافی طلب کی جائے اور سلام کہہ کر جدا ہوں۔ اس موقع کی دُعا کے الفاظ یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

☆ کبھی کبھار شریفانہ ہنسی مذاق سے ملاقات خوشگوار ہو جاتی ہے لیکن ہنسی مذاق شرافت سے گرا ہوا نہ ہو اور نہ اس سے کسی کی توہین ہوتی ہو۔

مشق

1۔ ملاقات کی اہمیت بیان کریں۔

2۔ قرآن نے آرام کے کون سے تین اوقات بیان کیے ہیں؟

3۔ ملاقات کے کوئی سے تین آداب لکھیے۔

4۔ خالی جگہ پر کریں:

(ا) کسی سے مسکراتے ہوئے ملاقات کرنا.......... ہے۔

(ب) ملاقات کے لیے پہلے سے.......... طے کر لینا چاہیے۔

(ج) ملاقات کے وقت سب سے پہلے.......... کیا جائے۔

(د) ایک دوسرے کو تحفے دینے سے.......... بڑھتی ہے۔

5۔ صرف ایک جملے میں جواب دیں۔

(ا) برے لوگوں سے میل جول کا کیا نقصان ہے؟

(ب) اگر کوئی شخص ملنے سے معذوری ظاہر کرے تو کیا کرنا چاہیے؟

(ج) اگر کوئی مہمان آجائے تو آپ کو کیا کرنا چاہیے۔

روا داری

رواداری کا مفہوم :

رواداری کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آپ کی رائے یا آپ کے عقیدے کے ساتھ اختلاف کرتا ہے اور اس کی بجائے کوئی اور عقیدہ یا رائے اختیار کرتا ہے تو اس کی رائے کا احترام کیا جائے اور اس کو اس بات پر مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنی رائے چھوڑ کر آپ کی رائے اختیار کرے۔ اسلام نے رواداری پر عمل کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے : لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ یعنی : "دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں"۔ اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے کسی کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر اسلام کو اختیار کرے۔

تبلیغِ اسلام اور روا داری :

قرآن مجید نے ہمیں اسلام پھیلانے کے لیے تبلیغ کا حکم دیا ہے اور تبلیغ کے معنی ہیں پہنچا دینا۔ یعنی ہم پر صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ دین اسلام کو لوگوں تک اچھے طریقے سے اور دلیل کے ساتھ پہنچا دیں لیکن انہیں مجبور نہ کیا جائے۔ لوگ پسند کریں تو اسلام قبول کریں۔ نہ پسند کریں تو ان کی مرضی۔

اسلام میں رواداری کی مثالیں :

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بات چیت کرنے مدینے میں

آیا۔ اس میں ان کے مذہبی علماء اور رہنما بھی تھے۔آپؐ نے انہیں اسلام کی تعلیم پیش کی۔ خاص اپنی مسجد میں انہیں عبادت کرنے کی اجازت دی لیکن جب انہوں نے اسلام قبول نہ کرنے کا فیصلہ کیا توانہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق خلفائے راشدین بھی اپنے سپہ سالاروں اور گورنروں کو اس بات کی تاکید فرماتے کہ عبادت گاہوں اور خانقاہوں کا احترام کیا جائے اور دوسرے مذہب کے علماء اور عبادت گزاروں کو نہ ستایا جائے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے شام میں فتوحات حاصل کرنے پر اس بات کا عام اعلان کیا کہ عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی ہو گی۔ وہ اپنے تہواروں پر صلیب نکال سکیں گے اور عبادت گاہوں میں ناقوس بجانے پر کوئی پابندی نہ ہو گی۔

رواداری کے سلسلے میں احتیاط :

رواداری کے تحت اسلام غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی پوری آزادی دیتا ہے اور ان کے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرتا لیکن وہ غیر مسلموں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کے دینی معاملات میں دخل اندازی کریں اور ان پر اپنی مرضی مسلط کریں جہاں مسلمانوں کو پوری اکثریت حاصل ہے اور جہاں ان کی حکومت قائم ہے وہاں وہ اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنے اور اس کے مطابق اپنے قانون بنانے میں آزاد ہیں اور کسی دوسرے مذہب والوں کو اس کا کوئی حق نہیں کہ ہماری مذہبی آزادی پر اعتراض کریں۔ اسی طرح اسلام ہمیں غیر مسلموں سے ملنے جلنے اور ان کے ساتھ عام زندگی کے تعلقات

رکھنے یا ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے تو نہیں روکتا لیکن اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ان کے ساتھ رازداری اور گہری دوستی کے تعلقات قائم کیے جائیں۔

مشق

1۔ رواداری کا کیا مطلب ہے؟ کیا اسلام نے اس کی اجازت دی ہے؟

2۔ قرآن نے مذہبی رواداری کے متعلق کیا حکم دیا ہے؟ اپنے لفظوں میں بیان کریں۔

3۔ خالی جگہ پر کریں:

(ا) اسلام اختلاف رائے کا............ کرتا ہے۔

(ب) دین کے بارے میں کوئی............ نہیں۔

(ج) قرآن ہمیں دین پھیلانے کے لیے............ کا حکم دیتا ہے۔



اتحادِ ملّی

اتحادِ ملّی کا مفہوم :

ملّت ایسی قوم کو کہتے ہیں جس کی بنیاد کسی عقیدے یا نظریے پر ہو۔ اتحاد سے مراد ہے ایک ہونا۔ اس طرح اتحاد ملی سے مراد ایسا قومی اتحاد و اتفاق ہے، جس کی بنیاد ایک عقیدے پر ہو۔ جب ہم پاکستانی مسلمان یہ لفظ (اتحاد ملت) استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے پاکستانی قوم کا اپنے عقیدے کی بنا پر اتفاق و اتحاد۔

ملّت اسلامیہ :

ملّت اسلامیہ صرف پاکستان تک محدود نہیں بلکہ یہ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بعض ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں ان کی اپنی حکومت قائم ہے اور کہیں ان کی آبادی تھوڑی (اقلیت میں) ہے اور یہ کسی اور قوم کی حکومت کے ماتحت رہتے ہیں۔ لیکن مسلمان دنیا کے کسی کونے میں بھی ہوں، وہ ایک ہی ملّت، ملّت اسلامیہ کے افراد ہیں۔ اور ایک ہی کلمہ طیبہ ان کے دل کی دھڑکنوں میں سمایا ہوا ہے۔ اور ان سب کے درمیان ایک اتحاد ملی موجود ہے۔

ہمارے اتحاد کی بنیاد اسلام ہے :

دنیا کی دوسری قوموں میں بھی قومی اتحاد پایا جاتا ہے۔ لیکن ان کے اور ہمارے اتحاد کے اسباب مختلف ہیں۔ ان کے اتحاد کی بنیاد یا تو ملک و وطن پر ہے یا زبان و نسل پر، لیکن ہمارے اتحاد کی بنیاد صرف اسلام ہے۔

مِلّی اتحاد کے پہلو :

ہمارے اس مِلّی اتحاد کے کئی پہلو ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارا کلمہ ایک ہے جس کے ذریعے ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا معبود حقیقی (اللہ تعالیٰ) ایک ہے۔ ہمارے ہادی و رہنما (محمد رسول اللہ ﷺ) ایک ہیں۔ اس کے علاوہ ہم سب زندگی کے تمام معاملات میں ایک ہی کتاب (قرآن کریم) سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح ہم ایک ہی ملت ہیں اور ہمارا ایک ہی ایمان ہے۔ اور اس نے ہمارے درمیان اتحاد و اتفاق کو مضبوط بنا دیا ہے۔

نماز اتحاد اسلامی کا وسیلہ :

ہم روزانہ پانچ دفعہ ایک ہی طرح نماز ادا کرتے ہیں۔ ہمارا ایک ہی قبلہ (خانہ کعبہ) ہے۔ پھر ہفتے میں ایک دن سارے محلے کے لوگ اکٹھے ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ سال میں دو دفعہ پورے شہر اور اردگرد کی بستیوں کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔ اس سے ہماری ملت کے درمیان اتحاد و اتفاق کا رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے۔

روزہ اور حج بطور وسیلہ اتحادِ ملّی :

ہم سب سال کے ایک ہی مہینے میں روزے رکھتے ہیں۔ سب ایک ہی وقت سحری کھا کر کھانا پینا بند کر دیتے ہیں اور غروبِ آفتاب پر ایک ہی وقت سب اپنا روزہ کھولتے ہیں۔ یہ بھی ہمیں اتحاد ملّی کا سبق دیتا ہے اور اپنے بھوکے پیاسے بھائیوں کی ہمدردی اور ان کی امداد کا جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اگر ہمارے پاس سفرخرچ ہو تو زندگی میں ایک بار حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں جس کے لیے ہم دنیا کے کونے کونے سے ملک عرب کے ایک شہر (مکہ) میں چند خاص دنوں کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور سب مل کر حج ادا کرتے ہیں۔ اس طرح حج پوری دنیا کے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا ذریعہ بنتا ہے۔

اتحادِ ملّی کی تاکید :

یہ تمام باتیں ہمیں اتحاد ملّی کا سبق دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے گہری محبت اور ہمدردی رکھتا ہے۔ اسلام نے ہمارے اس اتحاد ملت کو مضبوط کرنے کے لیے ہمیں بہت سی ہدایات دی ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ "سب مل کر اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو" (آل عمران : 130) ایک جگہ فرمایا : " آپس میں جھگڑے نہ کرو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہارا رعب ختم ہو جائے گا "۔ (الانفال : 46) اور رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی " اللہ کے بندو ، بھائی بھائی بن جاؤ"۔ اسی طرح فرمایا کہ "کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تعلقات توڑے رکھے"۔

ہماری ذمہ داریاں :

مسلمان قوم کے اتحاد کے لیے اتنی مضبوط بنیادیں موجود ہیں کہ اس سے زیادہ اتحادِ ملّی اور کسی قوم میں نہیں ہو سکتا۔ اتحادِ ملّی پیدا ہو جائے تو ہم دنیا میں خوب ترقی کر سکتے ہیں۔ ہمارے اس اتحادِ ملّی کی سب سے پہلی سیڑھی پاکستان کے ساتھ ہماری محبت اور پاکستانی مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے۔ آئیے ہم عہد کریں کہ ہم اپنے ملّی اتحاد کے جذبے کو مضبوط اور بیدار رکھنے میں اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا کریں گے۔

مشق

1۔ ملت کسے کہتے ہیں اور اتحادِ ملّی سے کیا مراد ہے ؟
2۔ ملتِ اسلامیہ سے کیا مراد ہے، اس کا تعارف اپنے لفظوں میں بیان کیجئے۔
3۔ ہمارے ملّی اتحاد کے کوئی سے دو پہلو بیان کیجئے۔
4۔ اتحادِ ملّی کے سلسلے میں قرآن وسنت میں سے کوئی تین ہدایات لکھئے۔

پاکستان بطور اسلامی ریاست

برصغیر میں اسلامی ریاست کا آغاز :

پہلی صدی ہجری میں مسلمان برصغیر میں آگئے تھے۔ ایک طرف ہندوستان کے مشرقی اور مغربی ساحلوں پر کچھ عرب تاجر آباد ہو گئے تھے۔ دوسری طرف سندھ میں محمد بن قاسمؒ کے ذریعے مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی تھی جو بلوچستان، سندھ اور ملتان تک کے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ عرصے بعد محمود غزنویؒ کے ہاتھوں صوبہ سرحد اور پنجاب کا باقی حصہ بھی مسلمانوں کی حکومت میں شامل ہو گیا تھا۔ اس طرح آج سے قریباً ایک ہزار سال پہلے یہ تمام علاقہ جہاں آج پاکستان قائم ہے، ایک مسلم حکومت بن چکا تھا۔

قیام پاکستان کا پس منظر :

کچھ عرصے بعد پورا برصغیر پاک و ہند مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ قریباً آٹھ سو سال تک یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم رہی۔ انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا لیکن جلد ہی انگریزوں کے خلاف آزادی کی تحریکیں شروع ہو گئیں۔ برصغیر کی آبادی کا تین چوتھائی حصہ ہندوؤں پر مشتمل تھا اور صرف ایک چوتھائی حصہ

مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ ہندو چاہتے تھے کہ پورے ہندوستان کو اکٹھا آزاد کرایا جائے۔ جہاں مغربی جمہوریت کے مطابق پورے ملک کی حکومت ان کے ہاتھ میں ہو کیونکہ ملک میں اکثریت ان کو حاصل تھی۔ سر سید احمد خان نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان یہاں محض ایک معمولی اقلیت نہیں بلکہ وہ یہاں کروڑوں کی تعداد میں آباد ہیں۔ ان کی تہذیب ہندوؤں سے بالکل مختلف ہے۔ وہ ہندوؤں کی غلامی میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ہندو حکومت انگریزوں کی حکمرانی سے زیادہ بری ہو گی۔

تحریکِ آزادی :

برصغیر کی آزادی کی تحریک مضبوط ہوتی گئی۔ مسلمان رہنما بھی اس تحریک میں پوری سر گرمی سے حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ آزاد ملک حاصل کیا جائے جہاں وہ اپنے مذہب اور اس کی عظیم الشّان تہذیب کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اور ملک و ملت کی ترقی کے لیے اپنی مرضی کے مطابق کام کر سکیں۔ اس کے لیے انہوں نے پاکستان کا نام تجویز کیا۔ برصغیر کے مسلمان اور ان کے رہنما اس مطالبے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ برصغیر کی پوری ملت اسلامیہ نے علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کی آواز پر لبیک کہا۔ تحریک پاکستان مضبوط ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ انگریزوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے مطالبے کے آگے ہتھیار ڈالنا پڑے اور 14۔ اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آ گیا۔ تحریک پاکستان کے دوران برصغیر کے مسلمانوں کے بچے بچے کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہوتا تھا: پاکستان کا مطلب کیا : لاالٰہ الااللہ۔

بے مثال قربانیاں :

پاکستان کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ ایک لمبے عرصے تک مسلمانوں نے لگاتار تحریک چلائی۔ انگریزی حکومت کے ظلم برداشت کیے۔ سرکاری نوکریاں اور کاروبار چھوڑے۔ جیلوں میں جانا پڑا۔ پھر ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچایا۔ تقسیم کے وقت لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ ان کے مال اسباب لوٹ لیے گئے۔ جائیدادوں سے محروم کر دیا گیا۔ لاکھوں لٹے پٹے مسلمانوں نے اپنا پیدائشی وطن اور جائیدادیں چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لی۔ اس طرح ہمارا یہ وطن ہمارے بزرگوں کی بے مثال قربانیوں کی یادگار ہے جو انہوں نے اس کی آزادی اور یہاں ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کے لیے پیش کیں۔

ملّت اسلامیہ پاکستان کی ذمہ داریاں :

پاکستان کی ملت اسلامیہ اپنے وطن سے گہری محبت رکھتی ہے کیونکہ یہ اسلام کی سرزمین ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام پر عمل کریں اور ملک کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیں۔ سرکاری ملازم اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھیں اور اپنے فرائض دیانتداری کے ساتھ سرانجام دیں۔ تجارت پیشہ اور دکاندار لوگ اسلامی اصولوں کے مطابق کاروبار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے سچے اور دیانتدار تاجر کا بہت بڑا مرتبہ بیان فرمایا۔ چیزوں کو مہنگا کر کے بیچنے کے لیے ذخیرہ اندوزی کو اسلام نے جرم قرار دیا۔ ملاوٹ کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ وہ ہماری ملت کا

کوئی اچھا فرد نہیں۔ نشہ آور چیزوں کا استعمال اسلام نے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان کے استعمال سے انسان کے جسم کی کارکردگی بگڑ جاتی ہے۔ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ نہ صرف اپنے خاندان بلکہ پورے معاشرے کے لیے بوجھ بن جاتا ہے۔ زمیندار محنت کر کے زیادہ پیداوار حاصل کریں۔ مزدور اور صنعت کار اس کی ترقی کے لیے بھرپور کردار ادا کریں۔ طالب علم، استاد اور سائنس دان اس اسلامی ریاست کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھیں۔

پاکستان میں اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کو رائج کیا گیا ہے۔ غریب اور بے آسرا لوگوں کو سہارا دے کر انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا زکوٰۃ کا اہم مقصد ہے۔ اس نظام پر عمل کی برکت سے خلافتِ راشدہ کے عہد میں غربت کا مکمل خاتمہ ہو گیا تھا۔

ہمیں چاہیے کہ ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے حکومت سے بھرپور تعاون کریں۔ یہاں کے تمام شہری صحیح وقت پر ہر قسم کے ٹیکس ادا کریں۔ حکمرانوں کو چاہیے کہ پوری دیانت داری کے ساتھ قومی خزانے کا درست استعمال کریں۔ خیانت اور رشوت سے پرہیز کریں اور ملت اسلامیہ پاکستان کے مفاد کو اپنے ذاتی مفاد پر ترجیح دیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید ہمارے شاملِ حال ہوگی۔ عوام خوش حال ہوں گے اور ملک ترقی کرے گا۔





مشق

1۔ انگریزوں کی غلامی سے نجات کے لیے مسلمانوں کی جدوجہد مختصر طور پر بیان کریں۔

2۔ قیامِ پاکستان کے لیے مسلمانوں کی قربانیاں بیان کریں۔

3۔ پاکستان کی اسلامی ریاست کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے، مختصر بیان کریں۔

4۔ خالی جگہ پُر کریں :۔

(ا) برصغیر میں مسلمان.......... صدی ہجری میں آگئے تھے۔

(ب) برصغیر میں قریباً.......... سال تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی۔

(ج) نظامِ زکوٰۃ سے معاشرے میں.......... کا خاتمہ ہوتا ہے۔

منظور کردہ وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب سازی)
حکومت پاکستان، اسلام آباد۔

کتاب بہترین ساتھی ہے۔
اس سے پیار کیجئے۔
اسے ضائع ہونے سے بچائیے۔

مصنفین:

☆ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ☆ پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ قاضی
☆ پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد منصوری ☆ پروفیسر ڈاکٹر احسان الحق
☆ عبدالستار غوری ☆ پروفیسر افتخار احمد بھٹہ

نظر ثانی:

☆ پروفیسر قاضی صلاح الدین ☆ قاری سید شریف ہاشمی
☆ امتیاز احمد خاں

نگران طباعت: حافظ محمد اقبال، شہزاد محمود علی

کمپوزنگ: مظہر حسین، نور محمد

لے آؤٹ، ڈیزائننگ، سرورق: آرٹس کمپنی، 18۔بی لبرٹی مارکیٹ، لاہور۔

پروسیسنگ: سکینا کرافٹ، کوئنز روڈ، لاہور۔

ناشر: ادارہ اشاعت دینیات۔لاہور

طابع: عمران پرنٹرز۔لاہور

اپیل

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ آپ کا اپنا ادارہ ہے۔ جو پنجاب کے طلبہ و طالبات کے لیے معیاری اور سستی کتب مہیا کرتا ہے جن پر بورڈ کا مونوگرام موجود ہوتا ہے۔ ان کی تیاری ماہرین کی زیر نگرانی کی جاتی ہے تاکہ بچوں میں تخلیقی صلاحیتیں اجاگر ہوں۔ کچھ ناشرین ایسی کتب شائع کرتے ہیں جن میں سوالاً جواباً مختصر مواد ہوتا ہے۔ ان کتب میں ٹیسٹ پیپرز، گائیڈز، خلاصہ جات وغیرہ شامل ہیں۔ ایسی کتب کو رٹ لینے سے طلبہ و طالبات امتحان تو شاید پاس کر لیں مگر ان کی ذہنی تربیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ ایسے بچے اعلیٰ پیشہ ورانہ اداروں میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

محترم والدین، اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ و طالبات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ کسی قسم کی غیر معیاری کتب خریدنے کے پابند نہیں ہیں اور اگر کوئی فرد انہیں اس سلسلے میں مجبور کرے تو چیئرپرسن پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کو اطلاع دیں۔

ڈاکٹر فوزیہ سلیمی
پی ایچ۔ڈی فزکس (گلاسگو)
(ستارۂ امتیاز، اعزاز فضیلت)
چیئرپرسن
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ
21-E-II، گلبرگ۔III، لاہور

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد　　کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان　　ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام　　قوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت　　پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچم ستارہ و ہلال　　رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال　　جانِ استقبال
سایۂ خُدائے ذُوالجلال

77657

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد اشاعت	قیمت
مارچ 2003ء	اول	ہشتم	85,000	16.00